

وَأَعِدُّوا لَهُمْ أَسْفَلَ سَوْدًا
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِکَ
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِکَ
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِکَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اَمْسُوْا نِمًا اَنْزَلَ اِلَیْكَ وَمَا
 اَنْزَلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ

اَمْرًا وَاَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ ط (سورة النساء آیت ۶۰)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس (کتاب) پر جو
 آپ کی طرف نازل ہوئی ہے اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں پر بھی۔ مگر چاہتے ہیں
 کہ اپنے معاملات کے لیے کیسے طافوت سے رجوع کریں۔ حالانکہ انہیں ظنی فوت سے کفر کرنا حکم دیا گیا تھا۔

الہامی ادب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ
مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا
كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ أَفَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسًا
بَيَآتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ أَوَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ
بَأْسًا صَحْيًا وَهُمْ يُلْعَبُونَ ۝ أَفَأَمِّنُوا مَكَرَ اللَّهِ فَلْيَأْمِنُ
مَكَرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ۝

○ ○ ○ ○ ○ ○

انجیلستوں کے لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان
اور زمین کی برکتوں کے دھانے کھول دیتے مگر انہوں نے تو کھمبہ کی روش اختیار کی۔
لہذا ہم نے اس بڑی کمائی کی سزا میں انہیں پکڑ لیا۔ کیا ایسے بستیوں کے لوگ اس سے
بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہماری گرفت کبھی اچانک ان پر رات کے وقت نہ آجائے جبکہ وہ سو رہے
ہوں یا انہیں اطمینان ہو گیا ہے کہ ہمارا مضبوط ہاتھ کبھی پکچھانے کی پٹری سے
کا جبکہ وہ کھیل میں مشغول ہوں کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں؟ ہاں ان کو اللہ کی چال
سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو خسارہ پانے والی ہو۔ (سورۃ الاحزاب ۹۹ تا ۱۰۱)

کمال اللہ

مدیر: محمد اعظم خان
نائب مدیر: طارق نسیم

ارستس شمارے میں

○ قیَمَتیں ○

① حدیثِ دل

اداریہ

② حَفِظُوا عَلَی الصَّلَواتِ

ڈاکٹر رفیق حسین شافق

③ انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور طریقہ الطلاب

انجم رفیق

④ عقیدہ شفاعت قرآن و حدیث کی نظر میں

اشیخ یعقوب الی

⑤ مالکم لاترجون للہ وقارا

انیس الدین

⑥ شعب علیہ السلام

محمد مصطفیٰ خان

⑦ قافلہ ہے زواں زواں

سلمان محمد اللہ
خالد عزیز

⑧ سلسلہ سوال و جواب

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی مدظلہ

مُعاونین

عسجدی گل

المنیر یعقوب علی

سعید اسماعیل

ڈاکٹر طارق الرحمن

انیس الدین

پریچہ
بلا قیامت
نہیں کیا جاتا



تمام اشاعت خط و کتابت کا پتہ
ڈاکٹر حبیب اللہ
101-اکیسرقاعہ عام سوسائٹی کراچی
فون: 445 445

تحریر کی کوئی حد نہیں رکھیں اور
تعمیل انداز کی اشاعت ممکن بنائیں
لکھیں یہ تحریر کہہ دیاں تعاون
شہر فرمائیے۔



حدیث دل

۱۱

آج سے تقریباً بیس ہزار سال پہلے مکہ میں اپنے والدی الہکم اللہ واحد کی پکارنے اس پس ماندہ بہتی جس ملامت پیدا کر دیا تھا۔ وہ معاشرہ جو ہر ما
 لکانہ سے اپنی اپنی اشیاء کو پھینکا ہوا تھا، فطری نظام اور قیاسی معیشت کا شکار تھا، جہاں لوگوں کی زندگی کا تصور پیش و طلب کے سوا کچھ نہ تھا۔ رقص و سرور
 مریانی و فحاشی، قتل و غارتگری انکا معمول تھا۔ ان کا معاشرہ انوکھا تھا۔ ان کا شہر انوکھا تھا۔ ان کی زندگی سے ہی طرح آلودہ تھا اور اس پر ان کو پھینکا ہوا تھا۔ ان کی زندگی ان کے
 یہاں باہر تک و پھار کھلی جاتی اور بنا اولیات ان کو زندہ ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔ غلاموں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ قبروں اور تراشی پر
 ہوئی سورتوں کی پرستش عام تھی۔ انبیاء اور مسلمانوں کو قتل و قتل کٹا کٹ کر امیر اور کھیلے پکارتا ان سے حاجت روائی کی امید رکھتا ان کے عالم
 الغیب اور مائع و خوار ہونے کا عقیدہ رکھتا اور ان کی خوشنودی کیلئے جانوروں کی قربانی اور فصلوں میں ان کا حصہ رکھنا ان کا دین تھا۔ ان فرض وہ اللہ کو
 ماننے کے عہد اور توحہ تھے لیکن اس کے محبوب و مقبول بندوں کو اس کی ذات و صفات و اختیار میں شریک کرنا ان کے دین کا جزو لا یتک تھا۔
 اس شرک قوم کا اقوام عالم میں کوئی مقام نہ تھا وہ اپنے وجود پر قائم تھے اس وقت کے بڑے پاک و پیر و کسری کے محتاج تھے۔ اس آفاق و ممت
 نے قوموں کی عرصہ میں ان کے اخلاقی اور سیرت و کردار میں انقلاب پیدا کر دیا۔ "قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" اور "استوا بدينكم" کی پکار پر "امنا" کہنے
 والوں کا عقیدہ شرک کی آمیزش سے یکسر پاک ہوا اور ساتھ ہی آخرت کے جواب دہی کے احساس نے ان کو انتہائی سنجیدہ اور وار "لعمروہ" کا پابند
 مع و طاعت کھا کر "لقد اور رسول کا مبلغ و فرمانبردار بنا دیا۔ لیکن "اللہ مع اللہ" کی پکار تمام باطن پرستوں، پیشہ وری رہنماؤں اور معاشرہ میں اعلیٰ
 مقام رکھنے والوں اور ان کی تشکیلات کرنے والوں کے عقائد و نظریات پر بھی بن کر گری اور وہ اس کی بحریہ و مخالفت و مزاحمت پر کمر بستہ ہو گئے۔ پھر اللہ
 کے رسول اور آپ کے صحابہ پر ایذاؤں کے پہاڑ ڈالنے لگے۔ قل یا مر یا یا بن ربیع السحاب بن ارت اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے
 جوہر ستم کا تحت مشق بنے لیکن ظلم و جور کی یہ مہم ان کے جذبہ ایمان کو سر دہ کر سکی۔ دنیا کی بجائے آخرت کو اپنی منزل سمجھ لینے والوں نے تو اپنے
 رب سے جان و مال کے عوض جنت کی بہاروں کا سودا کر لیا تھا۔ اس گہرے شعور و احساس نے جاں نسل مصائب کو انگیز کر لیا آسمان بنا دیا اور وہ
 انتہائی سخت صبر افزا حالات میں ثابت قدمی اور وفا شعار سے رہا حق میں تھے وہ یہاں تک کہ ہجرت کے مرحلے سے گزر کر میدان قتال میں
 اترے اور جان کا فدا رائے پیش کر کے اس مشن کی تکمیل کی جس کیلئے اللہ نے ان کو چھنا تھا۔ پھر رب فدا الجلال نے ان سے کیا ہوا وعدہ اختلاف پورا
 کیا اور نصف صدی کے قلیل عرصہ میں وہ عرب کے مقتدر و حکمران بنے بلکہ متعدد دنیا کا مشرک ان کا ظہور پایا۔ بگڑا دین نکلا۔ اللہ نے ان
 کے ذریعہ اپنے دین و دین اسلام کو ممکن عطا فرمایا اور باطل سرچھوں ہو گیا۔
 لیکن آج دشمن تہذیب و تمدن ہے کہ تاریخ کے حصارے کا رخ موڑ دینے والی قوم کے غلوں کس زلوں عالی کا شکار ہیں۔ اس کلمہ کو "موم
 و صلوة" حج و زکوٰۃ کی پابند قوم کی بے مروت ویرانی، دولت و فراوی کی تصویر اور انسانی حکمت و صمت کے قبرستان بن گئے ہیں ان بستیوں سے
 اپنے والے و موم نہیں اور پانی سے اڑاں پٹنے والے خون سے پوری انسانیت پر ہے اور اخبار و رسائل کے صفحے سیاہ ہیں۔ ایک وہ دور تھا کہ بنو حنیفہ
 کے بازار میں ایک مومنہ خاتون کی بے حرمتی پر ایک یومین مرنے لگا۔ ان کی تابش میں آئی اور اس نے شیطان صفت یہودی کا سر لٹک کر دیا اور
 پھر پورے یہودی قبیلہ بنو حنیفہ کو جو انتہائی طاقتور و عظیم قدامت سے نکل دیا گیا۔ سندھ کی مسلم خاتون کی قریب و سرہ سالہ بچہ قریب بن کر
 آیا اور ہتھیار لایہ واپس لا کر غور خاک میں ملا کر اسلام کا بھڑا بھڑ کر کے واپس چلا گیا اور آج ان کلمہ کو خواتین کی انتہائی آمیز و بیزی پر کسی قاتل ذکر
 رد عمل کی جرأت کسی اسلامی ملک میں باقی نہیں رہی غیرت انہی کا کیا تھا ان سے اوقت کتنا بدل گیا ہے "کل" اور "آج" میں زمین آسمان کا فرق
 ہو گیا ہے۔ کل اسلام محکم تھا اور مسلم عزت و وقار کا حامل۔ لیکن آج یہ پست حال ہے، عزت و وقار سے یکسر محروم۔ اقوام عالم میں اس کا کوئی مقام
 نہیں رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کا کلمہ گورو نہیں رہا جس سے وعدہ اختلاف کیا گیا تھا جس کو عزت و سرفرازی کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ وعدہ تو کھرے
 ایمان کے حامل بے جاہلین سے کیا گیا تھا :
 ○ جو کتاب اللہ سے ہدایت حاصل کریں، متقی و عمن بن کر اللہ کی وصیت کے تحت اور پیش۔

○ ائمہ اعلیٰوں کیلئے ان کتبہ موسنین کی شریعت پر پورے اثریں

○ استغفار کیلئے بےحد غنی لافطر کوئی بھی شہادہ کا قاضی ہو کر آئیں

لیکن جو کوئی عہد کر کے پھر نہ کرے تو پھر ایسے کا فروعاً حق کیلئے مزاحمتی شدید ہے دنیا میں دولت و رسوائی اور آخرت میں جہنم کا عذاب۔ ان بنیادی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب اس امت مسلمہ پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ان کا عقیدہ و عمل پہلی امتوں کی طرح شرک سے آلودہ ہے۔ قبروں میں انسانی ہاتھوں و فتنے کے جانے والے مرد انسان ان کے والدین و حکیم و نبوت و عقل کشا ہیں۔ قبروں پر عقیدت، خوف و امید کے جذبات کے ساتھ حاضری دینا وہاں کوئی قسمت کھری ہونے اور خالی گود بھری جانے کا عقیدہ رکھتا ہے پھر اس قدر مردوں سے وابستگی کے تحت ان کی خوشنودی اور جذبہ شکر و سزائی سے دن مقرر کر کے ان کی تدفین کیا کرتا ان کے نام کی سبیلیں لگاتا ہے سب ان کے دین کا لازمی حصہ ہے۔ حاجت روائی اور فریاد رسی کیلئے غیر اللہ کی پکار میں ان ہستیوں سے محبت و وابستگی کا لازمی تقاضہ سمجھا جاتا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ ایسے شرک آمیز ایمان اور شرکانہ افعال سے لے کر شیعت امت کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کی حقدار ہو سکتی ہے؟

صاف ظاہر ہے کہ ایمان و تقویٰ کی مطلوبہ شرائط اور تقاضے پورے کئے بغیر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت و نصرت کی امید رکھنا محض بحالت کوہماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب ہدایت کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ (سورۃ الحجرات ۹) لیکن حامل کتاب کی صلاح و سرقرانی کا وعدہ شرط ہے۔ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حامل کتاب اتنی جب تک مسلم رہیں ان کا ایمان شرک کی آمیزش سے قطعاً پاک رہا اور وہ خیر امت ہونے کا عملی ثبوت الغزالی اور اجتماعی سطح پر فراہم کرتی رہیں تو اللہ کی رحمت ان کے شامل حال رہتی وہ دنیا میں بھی کامیاب و سرقران رہیں اور آخرت کی صلاح کی حقدار بنیں۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے الٹی دشمن شیطانی کے آگے سیر اندازہ کر صراط مستقیم سے انحراف کیا تو آخرت کو چھوڑ کر دنیا طلبی کی راہ اپنائی تو جو ابدی سے غفلت کی روش نے انہیں کتاب اللہ اور نبی کی تعلیمات سے دور کر دیا، نہایت پیشہ و دنیا پرست انہیں دجھان کو مکمل چھوٹ چل گئی اور پھر یہ قومیں فرقوں میں بٹ کر شرک کی لہجہ کا شکار ہو گئیں اور اللہ کی نظر کرم سے محروم بلکہ اس کے عذاب کی مستحق قرار دی گئیں۔ گھر کے اندر بھی گھٹ و خون ہوا اور دوسری اقوام کے ہاتھوں ذلت و رسوائی سے دوچار ہو گئیں۔

بنی اسرائیل اور دوسری اقوام کے عروج و زوال کا جو نقشہ قرآن پیش کرتا ہے آج ہماری ملت اسلامیہ اسی تاریخ کو دہرا رہی ہے۔ کسی حکیم اور عبرت ناک صورت حال ہے اللہ پناہ میں رکھے رب کریم کی رحمت تو ہتھکڑ ہے لیکن ہدایت کی شکل میں۔ اب اللہ تعالیٰ نے جن معید انقضات انسانوں کو قلب سلیم عطا فرمایا اور بصیرت و تدبیر کی نعمت سے نوازا ہے ان کی ذمہ داری ہے کہ کتاب اللہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغور مطالعہ کریں، لیکن تمام کتاب فکر اور مسائل کے بندھنوں سے آزاد ہو کر اندر خود کو صرف اور صرف مسلم بنا کر۔ پھر اپنے ایمان کو قرآن وحدیث کی رہنمائی میں ہر قسم کے شرک کی آلائش سے پاک کریں، ایمان باللہ کی لازمی شرط تقویٰ طاعت کا حق ادا کریں۔ یعنی وہ احباب و رہبان جنہوں نے باطل عقائد و نظریات کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کے یہ بیروکار جو ان کا پرستی و گروہ بندی کا شکار ہو کر قرآن وحدیث کے خلاف ان اکابرین کے دین کے پرچار میں لگے ہوئے ہیں ان سب سے قطعاً اجتہاد اور پیروی کا رویہ اختیار کریں اور ساتھ ہی معاشرہ کے مستفرد اور با اثر افراد و ذیلی مروتیت کا شکار اور طاغوتی نظام کے موکل و موید ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول سے استہزاء کی روش اپناتے ہوئے ان سے بھی قطعی برات کا اظہار کریں۔ پھر ایسے گھرے اور خالص ایمان کے ساتھ حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کے حامل صالح افراد آخرت طلبی کے جذبہ سے سرشار حب رسول و صحابہ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آرامت ہو کر میدان کمال میں آئیں اور دعوت الی اللہ کا قریضہ سرانجام دیں جیسا کہ رب کریم کا فرمان ہے۔

ومن احسن قولا لمن دعا الي اللہ وعمل صالحا وقال انی من المسلمین (سورۃ تم آیت ۳۳)

اس راہ کی صورتوں اور ہر قسم کی آزمائشوں کو نبی علیہ السلام اور آپ کے جانشین صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ کی رہنمائی میں انگیز کرتے ہوئے راہ حق میں آگے بڑھتے رہیں اور کسی بھی صورت میں صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اسی وقت امید کی جاسکتی ہے کہ رحمت الہی ہوش میں آئے گی اور رنگ جہاں بدلے گا انشاء اللہ۔

رب کریم کا بے حد شکر ہے کہ اس نے اپنے تاجیز بندوں کو ایمان خالص اور اس کے تقاضوں کا شعور اور آخرت کی ہوابدی کے احساس سے نوازا ہے۔ مالک کا حکم اس کی قدر روائی اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق احسن عطا فرمائے اور ہر قسم کے شروقتہ سے اپنی پناہ میں رکھے (آمین)

حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ

ڈاکٹر نسیم حسین شہزاد محمد امجدی

صلوۃ اسلام کا ایسا فریضہ ہے جس کی ادائیگی سفر و حضر، صحت و بیماری، امن و جنگ کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہے۔ اس کی ادائیگی کی تعلیم ہر نبی نے اپنی امت کو دی ہے۔ انسان پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے بعد جو عملی عبادت سب سے پہلے فرض کی گئی وہ صلوۃ ہی ہے۔ اسی طرح حاتم النبیین محمد ﷺ پر نازل کی گئی شریعت میں بھی سب سے پہلے صلوۃ فرض ہوئی۔ اگرچہ ابتداء میں صلوۃ کی تعداد کچھ کم تھی لیکن معراج کے بعد ہمیشہ کے لئے اس آخری امت پر پہنچ وقت کی صلوۃ فرض کر دی گئی۔

صلوۃ کن پر فرض ہے:- صلوۃ کی اہمیت اور اس کی ادائیگی کے طریقہ کار کو سمجھنے سے پہلے ایک بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ صلوۃ صرف اور صرف صاحب ایمان پر فرض ہے وہ لوگ جن کے ایمان میں کفر و شرک کی ہمشیرش ہو تو ان پر صلوۃ پر گز فرض نہیں ہے۔ ایمان سے عاری لوگوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ بھی فرض نہیں کیا۔ چنانچہ فرمایا:

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا (سورۃ النساء آیت ۱۰۳)

ترجمہ: "بے شک صلوۃ مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے مقررہ اوقات میں۔"

اس ضمن میں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے حاکم میں کفر و شرک کی ملاوث ہو تو وہ بدستور مشرک ہی سمجھا جائے گا لہذا ایسے شخص پر بھی کوئی اسلامی عبادت بشمول صلوۃ فرض نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کے لئے ایمان کو لازمی قرار دیا ہے اور ایمان وہی معیار ہے جو کفر و شرک سے پاک ہو فرمایا:

ومن يعمل من الصلحت من ذكر او انثى وبو مؤمن فاولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون شيئا (سورۃ النساء آیت ۱۲۳)

ترجمہ: "جو نیک کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ہو ایمان والا بھی تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذمہ برابر بھی حق ظلم نہیں کی جاسکی۔"

سورۃ ابراہیم میں فرمایا:

قل لعباد الذين امنوا يقيموا الصلوة (سورۃ ابراہیم آیت ۳۱)

ترجمہ: "(اے نبی) کہہ دے مومن بندوں سے کہ وہ کہ صلوۃ قائم کریں"

درج بالا آیات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی وحدانیت پر صحیح معنوں میں ایمان لائے بغیر کوئی نیک عمل کرتا بھی ہے تو اللہ کے یہاں اس کا کوئی اجر و ثواب نہ ہو گا، فرمایا:

ومن يكفر بالايمان فقد حبط عمله (سورة المائدة آیت ۵)

ترجمہ: "اور جو کوئی ایمان کے ساتھ کفر کرے اس کے عمل مٹانے ہو گئے۔"

عامة ناصبة تصلي نارا حامية (سورة العنكبوت آیت ۲۴)

ترجمہ: "تخت عمل کرنے والے ٹھکے ماندے آگ میں داخل کیے جائیں گے۔"

مثل الذين كفروا بربهم اعمالهم كرمادٍ اشقدت به الريح في يوم عاصف (سورة ابراهيم آیت ۱۸)

ترجمہ: "جن لوگوں نے اپنے رب کا کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسی راکھ کہ آندھلی کے دن اس پر زور کی ہوا چلے اور اسے اڑا لیا۔"

اس کے برعکس جو لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وعدانیت پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور جن کی کیفیت یہ ہو کہ:

انما المومنون الذين امنوا بالله (سورة الحجرات آیت ۱۵)

یہ یقین ہو کہ وہی ایک اکیلا مالک ہے انسانیت کا، وہی خالق ہے وہی آقا، اسی نے کائنات کو پیدا کیا وہی زندگی اور موت پر قادر ہے اسی کو نفع اور نقصان کا اختیار ہے۔ اسی کی رضا سے سب کچھ ہو گا وہ ناراض ہو جائے تو کس کی خوشی کام میں آسکتی وہی اکیلا تمام مخلوقات کا داتا، دستگیر، مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔ معزز سے معزز تر شد اور بلند سے بلند تر تہ والا ولی اس کا نظام اس کا محتاج ہے اس کی ذات ہر کمزوری سے پاک، زکوہ و جاوید ہے اس کی بادشاہی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے وہی اس لائق ہے کہ اس کا حکم مانا جائے وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کے آگے سجدہ و ریزی کی جائے برادر است اسی سے دعا کی جائے اور بجز اس کے اسماء حسنی کے کسی اور کو واسطہ اور وسیلہ نہ بتایا جائے جن کے ایمان کا یہ معیار اور اللہ کے ساتھ یہ تعلق ہو جائے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے غیر اللہ کی الوہیت کا انکار کریں اور اللہ کے اقرار پر ان کا یقین جم جائے۔ مالک فرمانا ہے کہ صحیح معنوں میں مومن یہ ہیں اور ان کا ایمان اللہ کے یہاں منحصر ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہ صرف صلوٰۃ پابندی وقت کیساتھ فرض کی ہے بلکہ ان کو صلوٰۃ کی حفاظت کا بھی سختی سے حکم دیا ہے۔ اور صلوٰۃ کی ادائیگی میں سستی اور غفلت برتنے والوں کو سخت عذاب اور خسارے کی وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں جو سراسر ہدایت و رہنمائی ہے اس سے ہدایت حاصل کرنے والوں کی صفت یہ بتائی کہ وہ صلوٰۃ قائم کرتے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

الم ذلك الكتب لاريب فيه هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب ويقيمون الصلوة و

عمارزقنهم يتفقهون (سورة البقرة آیت ۱۷۷)

اورجہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیب پر ایمان لانا، صلوٰۃ قائم کرنا (یعنی محض انفرادی صلوٰۃ اور نہ کرنا بلکہ باجماعت صلوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرنا) اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا یہ ایسی صفات ہیں جو قرآن مجید سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنے والوں میں لازمی موجود ہونا چاہئیں۔ معلوم ہوا کہ صلوٰۃ قائم کرنا ہدایت یافتہ اور متقی لوگوں کی لازمی صفت ہوتی ہے۔ فرمایا:

طس تلك ايت القرآن وكتاب مبين هدى و بشرى للمومنين الذين يقيمون الصلوة و يؤتون

الزکوۃ وهم بالآخرة هم يوقنون (سورة النمل آیت ۳۱)

ترجمہ: "خ۔ سی۔ یہ آیات میں قرآن اور کتاب میں کی ہدایت و بشارت میں ان ایمان لائے والوں کے لئے جو صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور یہ لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔"

یعنی قرآن مجید کی آیات سے رہنمائی اور ہدایت صرف اسی لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے جو منجملہ دیگر ارکان کے صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور آخرت کی کامیابیوں کی خوشخبری بھی انہیں لوگوں کے لئے ہے۔ اور جو لوگ صرف مان کر بیٹھ جائے والے ہوں تو وہ قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جب تک کہ وہ ایمان لانے کے قیوراً بعد ہی عملی اطاعت کے لئے آمادہ نہ ہو جائیں اور عملی اطاعت کا اولین مظہر "صلوٰۃ" ہے۔

سورة لقمان میں ارشاد ہوتا ہے۔ الم تلك ايت الكتب الحكيم هدى ورحمته للمحسنين الذين

يقومون الصلوة ويؤتون الزکوۃ وهم بالآخرة هم يوقنون (سورة لقمان آیت ۳۱)

ترجمہ: "ا۔ ل۔ م۔ یہ حکمت سے (بہتری ہوئی) کتاب کی آیات میں نیکو کاروں کے لئے ہدایت اور رحمت جو صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔"

سورة لقمان کی درج بالا آیات میں بھی قرآن مجید کی ہدایت اور رحمت دونوں کو صلوٰۃ قائم کرنے والوں اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔

صلوٰۃ کی حفاظت :- اللہ تبارک و تعالیٰ نے صلوٰۃ کی حفاظت کے لئے بار بار تنبیہ فرمائی ہے۔ فرمایا:

حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى (سورة البقرة آیت ۲۳۸)

ترجمہ: "حفاظت کرو تمام صلوٰۃ کی اور خصوصاً صلوٰۃ وسطیٰ کی۔"

والذین هم على صلاتهم يحافظون (المومنون آیت ۹)

ترجمہ: "اور جو اپنی صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں۔"

صلوٰۃ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ صلوٰۃ کو صحیح وقت پر ادا کیا جائے، صلوٰۃ کے ارکان اور آداب کا خاص خیال رکھا جائے، جسم اور کپڑے صاف ستھرے ہوں وضو ٹھیک طریقے سے کیا جائے، غرض صلوٰۃ سے تعلق رکھنے والے ہر پہلو کی باریکی نگہداشت کی جائے کسی ایسے امام کی اقتداء میں صلوٰۃ ادا کرنا جس کا عقیدہ صحیح نہ ہو صلوٰۃ کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ پھر فرمایا کہ:

والذین هم على صلاتهم يحافظون اولئک فی جنت مكرمون (سورة المعارج ۳۳-۳۵)

ترجمہ: "اور جو لوگ اپنی صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں ایسے ہی لوگ ہیں جو جنت میں عزت سے رہیں گے۔"

اور اس کے برعکس وہ لوگ جو صلوٰۃ کو پامالی کے ساتھ ادا نہیں کرتے اور اس معاملہ میں سستی اور غفلت برتتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ نے جہنم کی وعید سنائی ہے۔ فرمایا:

قویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون (الماعون ۴-۵)

ترجمہ: "پس خرابی ہے ایسے مصلین کے لئے جو اپنی صلوٰۃ سے غفلت برتتے ہیں۔"

فخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا (سورة مريم آیت ۵۹)
ترجمہ: ان (صلح لوگوں) کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے صلوٰۃ کو متابع کیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے ایسے لوگ عنقریب ہنرمیں ڈالے جائیں گے۔

نبی علیہ السلام نے صلوٰۃ کو مومنین اور کفار و مشرکین کے درمیان فرق قرار دیا:
عن بريدة قال قال رسول الله ان بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوة (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)
ترجمہ: "بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومنین اور کفار و مشرکین کے درمیان صلوٰۃ کا فرق ہے۔ جس نے اسے ترک کیا اس نے کفر کیا۔"

ایک اور روایت جو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نبی ﷺ نے فرمایا:
العهد الذي بيننا وبينهم الصلوة فمن تركها فقد كفر (صحیح مسلم)
ترجمہ: "ہمارے اور (کفار) کے درمیان صلوٰۃ کا فرق ہے۔ لہذا جس نے صلوٰۃ چھوڑ دی اس نے یقیناً کفر کیا۔"
صلوٰۃ بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر (سورة العنكبوت آیت ۳۵)
ترجمہ: "بے شک صلوٰۃ بے حیائی کے کاسوں اور منکرات سے روکتی ہے۔"

یعنی صلوٰۃ کا مقصد بندہ میں ایسے اوصاف پیدا کرنا ہے کہ اس سے بے ادبی، بدتمیزی اور بد اخلاقی سب دور ہو جائے اس کے اندر تقویٰ و ضبط کے اوصاف پروان چڑھیں اور سیرت و اخلاق میں نکھار پیدا ہو۔ صلوٰۃ انسان کے ذہن میں یہ حقیقت تازہ رکھتی ہے کہ وہ خود مختار نہیں ہے بلکہ رب العالمین کا بندہ ہے صلوٰۃ انسان کے اندر احساس فرض شناسی کو بیدار رکھتی ہے۔

صلوٰۃ کے فوائد اور مقاصد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ صلوٰۃ میں جو کچھ زبان سے ادا کیا جائے اسے صحیحاً بھی جائے ورنہ بصورت دیگر نمازی پر صلوٰۃ کی ادائیگی کے وہ تعامی ظاہر نہیں ہو سکیں گے جس کا صلوٰۃ مطالبہ کرتی ہے حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ صلوٰۃ ادا کرتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے حمد و پیمان کرتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اگر بندہ صلوٰۃ کو بغیر کچھ ادا کریگا تو وہ کیونکر ان حمدوں کو اپنی عملی زندگی میں پورا کر سکے جو اس نے اپنے رب کے سامنے صلوٰۃ کی حالت میں کہے دیں۔

یعنی وجہ ہے کہ اکثر نمازیوں کے عائد بالکل اس کے برخلاف ہیں جس کا وہ صلوٰۃ میں اقرار کرتے ہیں ذیل میں صلوٰۃ میں ادا کیے جانے والے الفاظ اور مشرکاتہ عائد رکھنے والوں کا تقابلی پیش کیا جاتا ہے۔

صلوٰۃ میں ادا کیے جانے والے الفاظ

(۱) صلوٰۃ میں "اللہ اکبر" کہہ کر اللہ کی کبریائی کا برملا اعتراف کیا جاتا ہے۔

(۲) صلوٰۃ کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین" یعنی

حتیٰ اذا اصفوت وکانت بین قرنی الشیطان قام فتقر اربعاً لا یذکر اللہ فیہا الا قلیلاً (صحیح مسلم)
ترجمہ: "انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ منافق کی صلوٰۃ ہے کہ سورج کا انظار کرتے ہوئے ہٹھا رہتا ہے یہاں تک کہ جب وہ زور ہو جاتا ہے شیطان کے دو منہگوں کے درمیان ایس کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹشو لگے مارتا ہے صلوٰۃ میں اللہ کو بہت کم یاد کرتا ہے۔"

صلوٰۃ النجر اور عشاء میں منافق کا ذکر کرتے ہوئے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
ترجمہ: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا منافقوں پر نجر اور عشاء سے بڑھ کر کوئی صلوٰۃ جاری نہیں اگر وہ جان لیں ان میں (یعنی نجر اور عشاء) ثواب کیا ہے تو وہ ضرور آئیں گے اگرچہ انکو اپنے سرین پر چل کر ہی آنا پڑے۔" (بخاری، مسلم)

ایس معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کی ادائیگی میں سستی اور غفلت بہت بڑا خسارہ ہے جس سے ہر مومن کو گریز کرنا چاہئے۔
جہاں اللہ رب العالمین نے ایمان والوں پر صلوٰۃ کو فرض کیا وہیں اس کی ادائیگی کی تعلیم بھی اپنے نبی علیہ السلام کے ذریعہ فرمائی اور خود نبی علیہ السلام کو یہ تعلیم جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے فرمائی:

عن ابی عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند النیت مرتین۔ والوقت مابین ہذین الوقتین (ابوداؤد، ترمذی، بخاری، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ)

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے عاتکہ کعبہ کے نزدیک میری امامت کی پس صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو ظہر کی جب آفتاب ڈھل گیا اور سایہ اپنے اصل کے مانند ہو گیا۔ اور صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو عصر کی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر کا ہو گیا۔ اور صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو مغرب کی جس وقت کہ افطار کرتا ہے روزہ دار اور صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو عشاء کی جبکہ غائب ہو گئی شفق اور صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو فجر کی جب حرام ہو جاتا ہے کھانا پینا روزہ دار پر پھر جب دوسرا دن ہوا تو صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو ظہر کی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔ اور صلوٰۃ پڑھائی عصر کی جب کہ سایہ دوگنا ہو گیا اور صلوٰۃ پڑھائی مغرب کی جس وقت افطار کرتا ہے روزہ دار اور صلوٰۃ پڑھائی عشاء کی تہائی رات تک اور صلوٰۃ پڑھائی فجر کی پس خوب روشن کیا صبح کو پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف مستوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے محمد یہ وقت تو آپ سے پہلے انبیاء کا ہے اور تمہاری صلوٰۃ کا وقت ان وقتوں کے درمیان ہے۔"

عن ابی مسعود ان جبوتیل نزل فصلى ثم قال بهذا امرت

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ)

ترجمہ: "ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے تو انہوں نے ایک وقت کی صلوٰۃ پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی پڑھی دوسری صلوٰۃ کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے اور رسول اللہ نے صلوٰۃ پڑھی پھر تیسری صلوٰۃ کے وقت بھی جبرئیل علیہ السلام نے صلوٰۃ پڑھی تو ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے بھی پڑھی اور جب چوتھی صلوٰۃ کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے صلوٰۃ پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی پڑھی اور پانچویں صلوٰۃ کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے صلوٰۃ پڑھی تو ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے بھی صلوٰۃ پڑھی اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا پس مجھے اس کا حکم

دیا گیا ہے۔

صلوٰۃ کس طرح ادا کی جائے: نبی علیہ السلام نے فرمایا:

صلوا کما راہتمونی اصلی (صحیح بخاری)

ترجمہ: "صلوٰۃ پڑھو اس طرح جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھو۔"

نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق مسلکی صلوٰۃ کو چھوڑ کر نبی علیہ السلام کی سنت کے مطابق صلوٰۃ ادا کی جائے اور صلوٰۃ میں بدعات سے اجتناب کیا جائے کیونکہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ من أحدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فہو رد (بخاری، مسلم)
ترجمہ: "جس شخص نے اللہ عزوجل سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو
میں میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔"

عن جابر قال قال رسول اللہ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدی

طریق محمد وشر الامور محدثاتہا وکل بدعة ضلالة (صحیح مسلم)

ترجمہ: "جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اما بعد بہترین بات اللہ کی کتاب
ہے۔ اور بہترین راستہ محمد ﷺ کا اور بدترین امور بدعتیں جو نئے نکالے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" (مسلم)
ایک طویل حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

فانہ من یعیش من بعدی فیسری اختلافاً کثیر فعلیکم بسنتی و سنت الخلفاء و اشدید

قان کل محدثۃ بدعة و کل بدعة ضلالة (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد جو قوم میں زندہ رہا وہ سنت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس لازم کر لو میری
سنت کو اور میرے خلفاء و محدثین کی سنت کو جو کہ ہدایت یافتہ ہیں اس کے ساتھ تمسک کرو اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لو اور
نئی باتوں سے بچو پس ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

درج بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ہر وہ نئی چیز جو نبی علیہ السلام کی سنت سے ثابت نہ ہو اور نہ ہی صحابہ
کرام کے طرز عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہو ایسے تمام امور کا شمار بدعت میں ہوتا ہے جو کہ کفر و شرک کے بعد ایک بڑا عملی
گمراہ ہے۔ ویسے تو آج دین میں بے شمار بدعات داخل ہو چکی ہیں لیکن ذیل میں ہم ان بدعات کا ذکر کر رہے ہیں جو صلوٰۃ کی
ادائیگی میں کی جاتی ہیں۔

صلوٰۃ کی نیت:- صلوٰۃ کے لئے نیت ضروری ہے مگر اسے زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ ایسا کرنا بدعت

ہے زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا کسی صحیح حدیث سے تو کیا ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں ہیں۔ اس
طرح نہ نبی علیہ السلام نے کیا نہ صحابہ نے نہ تابعین سے ایسا فعل ثابت ہے۔ بلکہ یہ پیشہ در مولویوں کی اختراع ہے۔ صلوٰۃ
کی نیت کے لئے دل میں ارادہ کر لینا کافی ہے۔ کیونکہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔

صلوة (یعنی درود) :- درود میں مسجد نا اور مولانا کے الفاظ حدیث سے ثابت نہیں صحیح درود جس کا ذکر حدیث میں

آتا ہے وہ یہ ہے :-

عن كعب بن عجرة قال قيل يا رسول الله اما السلام عليك فقد عرفناه فكيف الصلوة قال
قولوا اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم

وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد (بخاری کتاب التفسیر)

ترجمہ: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام تو ہمیں معلوم ہے لیکن آپ پر صلوٰۃ (درود) کیسے پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کہ اے اللہ! رحمت فرما محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے رحمت کی ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر بیشک تو تعریف کیا گیا اور بزرگ و برتر ہے۔

اسی طرح دوسری روایت میں آتا ہے کہ کہو! اللهم بارک علی محمد انک حمید مجید

سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا :- ہمارے یہاں صلوٰۃ میں سلام پھیرنے کے بعد

خاص طور پر فرض صلوٰۃ کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی و انفرادی دعا مانگنے کا رواج پایا جاتا ہے۔ جو کہ بدعت ہے کیونکہ اس سلسلے میں نبی علیہ السلام سے کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کے طریقہ عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے صلوٰۃ کے بعد انفرادی یا اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہو بلکہ اس کے برعکس نبی علیہ السلام نے صلوٰۃ میں دعا کا مقام تسبیح میں سلام پھیرنے سے قبل بتایا ہے اور سلام پھیرنے کے بعد ذکر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس سلسلے میں بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں: الدعاء قبل السلام

"یعنی دعا سلام سے پہلے ہے" کا باب باندھا ہے اور اس باب کے تحت یہ حدیث لائے ہیں :-

عن عائشة زوج النبی ان رسول اللہ کان یدعوا فی الصلوة اللهم انی اعوذ بک من عذاب القبر و اعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال و اعوذ بک من المائم والمغرم (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)
ترجمہ: "عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ صلوٰۃ میں اس طرح دعا فرماتے تھے۔
"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے، مسیح و دجال کے فتنہ سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے، اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہوں اور قرض سے۔"

اسی طرح صلوٰۃ میں التحیات کی تکبیر کرتے ہوئے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل و میکائیل السلام علی فلان و فلان فالتفت الینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ هو السلام فاذا صلی احدکم فیل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین فانکم اذا قلتموها اصابت کل عبد اللہ صالح فی السماء و الارض

اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان محمدا عبده ورسوله ثم يتخير من الدعاء اعجبه اليه
قيدوا۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: "عبید اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نبی ﷺ کے پیچھے صلوۃ پڑھتے تھے تو کہتے تھے کہ اللہ پر سلامتی، جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام پر سلامتی اور لکلاں قلاں پر سلامتی ہو، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تو خود سلام ہے۔ جب تم میں سے کوئی صلوۃ پڑھے تو یوں کہے۔ تمام زبانیں عبادتیں۔ ہماری بدنی اور مالی عبادتیں صرف اللہ کے لئے ہیں۔ اللہ کی سلامتی ہو آپ پر اسے اللہ کے نبی اور اس کی رحمت اور برکتیں۔ اللہ کی سلامتی ہو ہم پر اور تمام صالحین پر۔ پس جب تم یہ کہو گے تو یہ کلمہ (یعنی اس کا اجر) ہر عمل بندے کو پہنچ جائے گا چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں پھر: اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان محمدا عبده ورسوله کہے اس کے بعد جو دعا بھی ابھی معلوم ہو جائے گی۔"

اس کے بعد بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں والذکر بعد السلام

"یعنی ذکر سلام کے بعد ہے۔" کا باب پاندھا ہے اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبی وقال ابن عباس كنت اعلم اذا انصرفوا بذلك اذا سمعته (بخاری کتاب الصلوۃ)
ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں فرض صلوۃ کے بعد جب لوگ لوٹتے تھے تو بلند آواز سے ذکر کرتے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں سنتا کہ لوگ ذکر کرتے ہوئے لوٹتے ہیں تو میں سمجھ جاتا کہ (اب صلوۃ ختم ہو گئی ہے)۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے۔

قال كنت اعرف انقضاء صلوۃ النبی بالتكبير (بخاری کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے تکبیر (یعنی اللہ اکبر) سے معلوم ہو جاتا کہ نبی علیہ السلام کی صلوۃ ختم ہو گئی ہے۔"

وعن ثوبان رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله اذا تصوف من صلوته استغفر تلقا وقال

الهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام (مسلم کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: "ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی صلوۃ سے فارغ ہوتے تو استغفار کرتے تھے اور فرمایا: اے اللہ تو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے بابرکت ہے تو اے جلال واکرام والے۔" (مسلم کتاب الصلوۃ)

درج بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر تین مرتبہ استغفار

کرتے پھر الهم انت السلام۔۔۔ الخ پڑھتے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں ہے۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا اسلم يقعد الامقدار فيقول اللهم انت السلام ومنك

السلام تبارکت یا ذا الجلال والاكرام (صحیح مسلم، باب ذکر الصلوٰۃ)

ترجمہ: "نبی علیہ السلام جب سلام پھیرتے تو اتنی دیر بیٹھے کہ یہ الفاظ کہتے

اللهم انت السلام ومنك السلام قبارکت یا ذا الجلال والاكرام

ان پندرہ مولویوں نے اس ذکر میں: والیک يرجع السلام حیثا وفینا بالسلام وادخلنا دارالسلام کے الفاظ کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے جو کہ بدعت ہے حدیث میں یہ الفاظ نہیں آتے۔ ملاحظی قاری نے اپنی کتاب "ممنوعات کبیر" میں لکھا ہے کہ یہ اضافہ قدر گو (مولویوں) نے کیا ہے۔

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام فرض صلوٰۃ کے بعد یہ ذکر کیا کرتے تھے۔

لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على کل شئ قدير اللهم لا مانع

لما اعطيت ولا معطية لما منعت ولا تمنع ذا الجد منك الجد (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)

اسی طرح ایک روایت میں ذکر بعد از سلام کی ترغیب دیتے ہوئے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال جاء الفقراء الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ذهب اهل الدثور من الاموال بالدوجات العلی والنعم المقیم یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ولهم فصل اموال یحجون بها ویعتمرون ویجاهدون ویصدقون فقال الا احدکم بما ان اخذتم الدریکم من سبیکم ولم یدرکم احد بعدکم وکنتم خیر من انتم بین ظهر انیہم الا من عمل مثله تسبیحون وتحمدون وتکبرون خلف کل صلاة ثلاثا وثلاثین (صحیح بخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کچھ غریب لوگ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا زیادہ مالدار لوگ بڑے بڑے ہرجے اور دائمی عیش لے گئے حالانکہ وہ بھی ایسی ہی صلوٰۃ پڑھتے ہیں جیسی کہ ہم اور ویسے ہی روزے رکھتے ہیں جیسے کہ ہم رکھتے ہیں لیکن ان کے پاس مال کی زیادتی ہے وچ کر کے ہیں محروم کرتے ہیں بھلا کرتے ہیں اور حد درجہ سے نبی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تم کو وہ بات بیان نہ کروں کہ جس پر عمل کر کے جو لوگ تم سے آگے چلے گئے ہیں تم ان کو پاؤ اور تمہارے بعد تم کو کھائی نہ پائے اور تم جن لوگوں میں ہو ان سے بستر ہو جاؤ سوا نے اس کے جو یہ عمل کرے یعنی ہر صلوٰۃ کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھا کرے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نبی علیہ السلام نے صرف استغناء کی صلوٰۃ میں (جو کہ بارش نہ ہونے کی صورت میں عید گاہ میں پڑھی جاتی ہے) پاتھ اٹھا کر دعا کی ہے اور بخاری، مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے مطابق آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اس قدر بلند کئے کہ سر آپ ﷺ کے بطنوں کی سیدھی نظر آنے لگی اس کے علاوہ کسی صلوٰۃ میں نبی علیہ السلام سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔

ممنوعات صلوٰۃ

وہ مقامات جہاں صلوٰۃ نہیں ہوتی :- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

الارض كلها مسجد الا المقبرة والحمام۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ: "ساری زمین مسجد ہے سوائے مقبرہ اور حمام کے یعنی قبرستان اور حمام میں صلوٰۃ نہیں ہو سکتی۔"

عن ابن عمر عن النبی قال اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم ولا تتخذوها قبورا (بخاری)

ترجمہ: "ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں بھی صلوٰۃ (نفل) پڑھ کر کرادو انہیں قبریں نہ بناؤ۔"

عن جندب رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا ان من کای قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائهم وصالحیہم مساجدا الا فلا تتخذوا القبور مساجدا انی انہاکم عن ذالک (صحیح مسلم)

ترجمہ: "جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! کان کہول کہ من لو کہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں انہوں نے اپنے انبیاء اور صالحاء کی قبروں کو مسجدوں کی طرح بنا دیا تھا۔ سو ان تم قبروں کو مسجد نہ بنانا میں اس کام سے تم کو منع کرتا ہوں۔"

درج بالا احادیث اس اصول کو واضح کرتی ہیں کہ جہاں قبریں ہوں وہاں صلوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ ترمذی کی ایک روایت سے بھی یہ ظہر ملتا ہے کہ قبروں کی طرف رخ کر کے صلوٰۃ نہ پڑھو۔

وہ اوقات جن میں صلوٰۃ پڑھنا منع ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبها (صحیح بخاری، مسلم)

ترجمہ: "ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سے تم میں سے کوئی صلوٰۃ طلوع آفتاب کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت نہ پڑھے۔"

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی ترفع الشمس ولا صلوٰۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس (صحیح بخاری)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صلوٰۃ نہیں ہے فجر کے بعد جب تک سورج بلند اور سفید نہ ہو جائے اور کوئی صلوٰۃ نہیں ہے عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔" وحین یقوم قائم الظہر (صحیح مسلم)

ترجمہ: "اور جس وقت نصف النہار قائم ہو (یعنی سورج بالکل نصف پر ہو)۔"

خشوع و خضوع و تعدیل ارکان

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلوتہم خاشعون"

(سورۃ المؤمنون ۲۱۸)

ترجمہ: "تحقیق لہذا پائی ایمان لانے والوں نے جو اپنی صلوٰۃ میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔"

نوشہ خشوع کے لغوی معنی میں عاجزی، انکساری، اوب سے جھک جانا وغیرہ۔

حبر نبیل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: اخبرنی عن الاحسان مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا۔

ان تعبد الله كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ترجمہ: "تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال رکھ کر وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔" (بخاری، مسلم)

انہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس صلوات اقترضنہن اللہ عز وجل من احسن وصنوء هن وصلنہن لو قنتن واتم رکو عین وخشوع عین کان لہ علی اللہ عہدا ان یغفر لہ و لول من لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عہدا ان شاء غفر لہ وان شاء عذبه (ابوداؤد)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ صلوٰۃ فرض کی ہیں جس نے ان کے لئے اچھا وضو کیا اور ان کے وقت پر ان کو ادا کیا اور رکوع اور خشوع کو پورا کیا اللہ تعالیٰ کا اس کے لئے وعدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے گا۔ اور جو ایسا نہیں کریگا اللہ تعالیٰ کا اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں خواہ بخشے خواہ عذاب دے۔" (ابوداؤد)

عن ابن عباس قال رسول امرنا ان نسجد علی سبعتہ اعظم ولا تکف ثوبا ولا شعرا (بخاری)

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور (صلوٰۃ کی حالت میں) نہ کپڑا سمیٹیں اور نہ بال سمیٹیں۔" (بخاری)

ابو حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور جلدی جلدی صلوٰۃ پڑھی پھر آیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ارجع فصل فانک لم تصل (واپس جا کر پھر صلوٰۃ پڑھو تم نے صلوٰۃ نہیں پڑھی)۔

اس نے دوبارہ صلوٰۃ پڑھی، آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا، اس نے تیسری مرتبہ صلوٰۃ پڑھی، آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا اب اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فکبر ثم اقرا بما تيسر معک من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتى تستوی قائماً ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتى تطمئن جالسا،

ترجمہ: "جس وقت تو صلوٰۃ کے لئے کھڑا ہو تو پورا وضو کر پھر قبلہ رخ کھڑا ہو پس تکبیر کہ پھر قرآن میں سے جو تجھے آسان ہو پڑھ پھر رکوع کر اطمینان سے پھر اپنا سر اٹھا اور اطمینان سے کھڑا ہو سیدھا پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو مطمئن ہو جا پھر اٹھ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جا پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان ہو جائے۔ اور پھر دوبارہ اٹھ اور اطمینان سے بیٹھ جا۔" اس سے ثابت ہوا کہ جس صلوٰۃ میں خشوع و خضوع اور تعادل ارکان نہ ہو وہ نامقبول ہے۔

نقش و نگار والے مسئلے پر صلوٰۃ پڑھنے سے گریز کرنا:-

عن عائشہ صلی رسول اللہ علیہ وسلم فی خمیصۃ لہا اعلام فنظر الی اعلامہا
نظرة فلما انصرف قال اذموا بضمیصتی ہذا... کنت انظر الی علمہا وانا فی الصلوۃ
فاخاف ان یقتنی (بخاری)

ترجمہ: "عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک ایسی چادر پر صلوٰۃ پڑھی جس پر نقش و نگار تھے
آپ نے اس کے نقش و نگار کو دیکھا جب آپ صلوٰۃ سے فارغ ہوئے تو فرمایا میری یہ چادر ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے
اس کی سادہ چادر لادو کیونکہ اس چادر نے مجھے صلوٰۃ سے مائل کر دیا تھا عثمان بن عروہ اپنے والد سے اور اسوں نے عائشہ رضی اللہ
عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں صلوٰۃ میں پہلے بوئے مشک پہنتا تھا مجھے ڈر ہوا کہ کہیں وہ مجھے تشنگی میں نہ ڈال
دے۔"

نبی علیہ السلام نے ایک پردہ کے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

امیطی عنہا قراصک ہذا فانہ لا ترالی تصاویرہ تعرض فی صلوٰتی، (صحیح بخاری)

ترجمہ: "اس پردہ کو مجھ سے دور کر دو کیونکہ اس کی تصویریں صلوٰۃ میں میرے سامنے آتی رہیں گی۔" (بخاری)

صلوٰۃ میں نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا:-

صلوٰۃ میں بچی نظر نہ کرنا اور ادھر ادھر نہ دیکھنا کسی قدر
ضروری ہے اس کا اندازہ اس حدیث رسول اللہ ﷺ سے ہوتا ہے۔

ما یال اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء فی صلاتہم فاشتد قولہ فی ذلک ثم قال لیبتہن
عن ذلک اولتضطعن ابصارہم (بخاری)

ترجمہ: "لوگوں کا کیا حال ہے کہ صلوٰۃ میں نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں پھر اس سلسلہ میں آپ نے سخت تنبیہ
کی اور فرمایا لوگ ایسا کرنے سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں ایک لی جائیں گی۔"

عن عائشہ قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الالتفات فی الصلوۃ فقال ہوا
ختلاس یختلسہ الشیطان من صلوۃ العبد (بخاری)

ترجمہ: "عائشہ رضی اللہ عنہا نے صلوٰۃ میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق نبی علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے
فرمایا ایک طرح کی چوری ہے جو شیطان بندے کی صلوٰۃ میں سے چرا لیتا ہے یعنی صلوٰۃ کو ناقص بنا دیتا ہے۔"

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے انس تو جس جگہ سجدہ کرتا ہے اسی نگاہ اس جگہ پر
رکھ۔ (مشکوٰۃ)

صلوٰۃ میں جمہمی لینا:-

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا قناء ب احدکم فی الصلوۃ فلیکظم ما استطاع

ترجمہ: "جب تم میں سے کسی کو صلوٰۃ میں جمہمی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے۔"

صلوٰۃ میں مکوں واعمال :- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اسکوا فی الصلوٰۃ "صلوٰۃ میں ساکن رہو۔"

نبی علیہ السلام نے صلوٰۃ میں یہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔

نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التخصر فی الصلوٰۃ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃ کے دوران یہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔

ما لہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا: لا صلوٰۃ بحضرة الطعام ولا ھویدافعه الا خبثان

ترجمہ: "کھانا یا خمر جو تو صلوٰۃ نہیں ہوتی اور بپشاپ یا خاند روک کر بھی صلوٰۃ نہیں ہوتی۔"

ابوداؤد میں عبد الرحمن بن شبل سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے منع فرمایا کوسے کی طرح (سجڑے میں) ٹھونگیں

مارنے سے۔"

صلوٰۃ میں امام کو متنبہ کرنا:-

ترجمہ: نسل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو صلوٰۃ میں کچھ مسئلہ درپیش آئے تو

اسے پیچھے سمجھ کر اللہ کے (مالی نہ بچائے) مالی بچانا عورتوں کے لئے ہے۔" (بخاری، مسلم)

اس حدیث سے ان مرد حضرات کو سمجھ لینا چاہئے جو جلے، جلوسوں میں اپنے لیڈر کے لئے تاکیاں بچاتے ہیں نبی کا فرمان

ہے مالی بچانا عورتوں کا کام ہے۔

سجڑے کی جگہ گنگر اور مٹی برابر کرنا:-

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا قام احدکم فی الصلوٰۃ فلا یسبح الحصى فان الرحمة تواجدہ

(ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: "جب تم میں سے کوئی صلوٰۃ پڑھے تو گنگریوں کو (نجات صلوٰۃ) نہ ہٹائے کیونکہ اس کے سامنے رحمت متوجہ

ہوتی ہے۔"

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ دیکھا جی ﷺ نے ہمارا ایک غلام جس کا نام الفح ہے جس وقت سجدہ کرتا

ہے بھونک مارتا ہے پس نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے الفح اپنے پھرے کو خاک آلودہ کر۔" (ترمذی)

صلوٰۃ میں امام سے سبقت کرنے کی ممانعت:-

عن انس قال صلی منا رسول اللہ ذات یوم فلما قصنی الصلوٰۃ اقبل علینا بوجہ فقال

یا ایہا الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالوکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالتصراف

(صحیح مسلم)

ترجمہ: "اے لوگو! میں امام تم سے ہوں کہ نہ پہلے اللہ ﷺ نے ہمیں ایک روز صلوٰۃ پڑھائی جب صلوٰۃ پوری ہوئی تو اپنا

چہرہ ہمارے سامنے کیا اور فرمایا اسے لوگوں میں شمار امام ہوں بعد اتم مجھ سے پہلے رکوع، سجدہ اور قیام نہ کرنا اور نہ مجھ سے پہلے صلوٰۃ سے فارغ ہونا۔

ابو حمزہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا وہ شخص جو امام کے پہلے سر اٹھاتا ہے اللہ سے نہیں ڈرتا کہ وہ اس کے سر کو کدھے کا سر بنا دے۔ (بخاری، مسلم)

اہتمام جماعت

صلوٰۃ مکتوبہ (عرض صلوٰۃ) یا جماعت اور کثرت چاہیے یعنی کثرت صلوٰۃ کے لئے جماعت کا اہتمام لازمی ہے قرآن میں "اقیموا الصلوٰۃ" کی تکرار اسی پر زور اور تاکید کے لئے ہے۔ واضح رہے کہ تمام عبادات، مومنوں کی تربیت کے لئے ایک جامع نظام ہیں اور صلوٰۃ اس کا اہم ترین جزو ہے۔ اس سے صلوٰۃ یا جماعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں قبل کی حدیث قابل غور ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَّ بِحُطْبٍ لِيَحْطُبَ ثُمَّ أَمُرَّ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَدِّيَهَا ثُمَّ أَمُرَّ بِرَجُلٍ يَقِيُمُ النَّاسَ ثُمَّ أَخَالَفَ إِلَى رَجُلٍ فَاحْرِقَ عَلَيْهِمْ بَيُوتَهُمْ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: "اور قسم اس وقت ہی نہیں کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا تھا کہ گھڑیاں جمع کر کے حکم دوں۔ پھر صلوٰۃ کا حکم دوں پھر اس کے لئے اذان دینی جائے پھر کسی شخص کو صلوٰۃ پڑھانے (امامت) کا حکم دوں پھر ان مردوں کی طرف جاؤں جو صلوٰۃ میں (جماعت کے لئے) نہیں آتے اور ان کے گھروں کو ان سمیت جلا دوں۔"

صف بندی

صفوں کا درست ہونا صلوٰۃ یا جماعت کا اہم رکن ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا أَقِيعَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقْوِ عَوَاحِشِي شَرُونِي قَدْ خَرَجْتُ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: "ابو قتادہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو اس وقت تک (صف بندی) کے لئے کھڑے نہ ہو جب تک مجھے آتے ہوئے نہ دیکھوں۔" (بخاری، مسلم)

یعنی جب اقامت ہو جائے تو صف بندی اس وقت تک نہ کرے جب تک امام صلوٰۃ پڑھانے کے لئے آتا ہوا دکھائی نہ دے۔ اور امام کو چاہیے کہ صفوں کو خود سیدھا کرے اور تمام لوگوں کو چاہیے کہ احتیاط کر کھڑے ہوں کہ جیسے سیدھا ہوتا ہوئی ہو۔

عادلین کو برابر رکھنے کے متعلق فرمایا:

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوِّ وَاصْفَوْكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّوْفِ مِنْ أَقَامَةِ الصَّلَاةِ (صحیح بخاری)

ترجمہ: "انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی صفوں کو برابر رکھو۔ پس تحقیق صفوں کو سوا کرنا صلوٰۃ کی اقامت کا حصہ ہے۔"

انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور طریقہ انقلاب

انجمن رفیق — گوجرانوالہ

اللہ تعالیٰ نے جب سے اس کائنات کو وجود بخشا اور آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اس وقت سے حق و باطل کے درمیان کشاکش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شیطان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ کسی طرح سے بھی انسانوں کی تشریف آوری کو جہنم کا ایجنڈا بن دے چونکہ وہ خود راہ حق سے ہٹ کر اللہ کے سامنے سرکش بن گیا ہے چنانچہ اس کی یہ خواہش اور بھڑپور کوشش ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی بددلی ہونے کے بجائے اس کی اور اس کے چیلوں کی حکومت ہو۔ ہر طرف اللہ کی نافرمانی ہو کہیں امن و سکون میسر نہ ہو اور یہ دنیا کفر و شرک، فسق و فجور، ظلم و زیادتی اور تمام اخلاقی و معاشرتی برائیوں کی آماجگاہ بن جائے غرض یہ سب چیزیں انہیں اور اس کے کارندوں کے لئے استثنائی پستیدہ ہیں لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو گمراہی سے بچانے کیلئے مختلف ادوار میں انسانوں میں سے ہی اپنا پیغمبر بنا کر انسانوں کو مبعوث فرمایا ہے وہیں اس کار شر میں حصہ لینے والوں اور خود شیطان کے آخری اور ابدی انجام کے بارے میں متنبہ کر دیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے۔

لَا مَلْجَأَ جِبْہِہِمْ مِّنْکَ وَ مَن تَبِعْکَ مِنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ میں تجھ (شیطان) سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے ان سب سے جہنم کو بھڑوں گا۔ (سورہ ص آیت ۸۵) اپنے کمال رحمت اور محبت سے اس نے انبیاء و رسل کا سلسلہ چلایا، ارشاد ہدایت کیلئے اپنی آسمانی کتابیں اور صحیفے اتارے تاکہ قیامت کے دن جہنم میں داخل ہونے والوں کیلئے اپنی گمراہی کیلئے کوئی حذر باقی نہ رہے لیکن جب اس قدر مکمل انتظام کے باوجود لوگوں کی اکثریت ہوائے نفس کی پیروی میں لگ کر ہدایت سے منہ موڑے تب پھر اللہ کا حق قائم ہو جاتا ہے کہ وہ ایسے افراد کو دنیا میں بھی اپنے عذاب کا مزہ چکھا دے اور آخرت میں شدید عذاب سے دوچار کرے۔

انبیاء کی دعوت اور قوم کا جواب

یَقُومُوا عِبَادَ اللّٰہِ مَا لَکُمْ مِّنَ الذِّہْنِ (اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی الہ نہیں)۔ (سورہ اعراف آیت ۳۰)

بھولی بھٹکی انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تمام رسالوں نے اپنی قوم کو یہی دعوت دی کہ تمہارا مالک، خالق، رازق، مشکل کشا، پیڑیوں کو جانے والا، بندہ پرورد، غریب نواز، دانا، و تحفہ شریعت سناہ ایک ہے اور وہ اللہ کے سوا کوئی اور نہیں۔ سب کے سب اس کے محتاج اور مملوک ہیں اور وہ سب کا مالک اور رب ہے سب کو وہی رزق دیتا ہے اسے کوئی رزق نہیں دیتا سب اس کی پناہ و گمشدہ تھی میں ہیں اس کو کوئی پناہ نہیں دیتا وہ سب کو دیکھ رہا ہے تمہارا ایک ایک عمل اس کی نگاہ میں ہے اسے کوئی نظر نہیں پاسکتی وہ اکیلا الٰہی الٰہیوم ہے باقی سب کو فنا کے گھاٹ اترتا ہے۔

یہ ذکر و دعوت انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے قرآن میں فردا فردا دیکھی جاسکتی ہے مثلاً

نوح علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا جواب

نوحؑ نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ "اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی اور تمہارا معبود نہیں ہے مجھے تمہارے بارے میں ایک ہلے دن کے عذاب کا ڈر ہے" ان کی قوم کے جو بڑے اور سردار تھے وہ کہنے لگے کہ "اے نوح ہم تو تمہیں ہی صریح گمراہی میں

دیکھتے ہیں! کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی بندگی کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں انہیں چھوڑ دیں؟ اگر تم کہے ہو تو جس چیز (عذاب) سے ہمیں ڈراتے ہو اسے ملے آؤ۔" (سورۃ الاعراف آیات ۵۹ تا ۷۰)

اور سورہ نوح میں وہ اپنی قوم کو اس طرح سمجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ "بھائی! میں تمہیں کھلے طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔" جب لوگوں نے انکار کیا تو نوحؑ نے اللہ سے عرض کیا کہ "پروردگار میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا لیکن وہ گریز ہی کرتے رہے" انہوں نے اپنے کاتوں میں انگلیاں ٹھونس لی ہیں اور کپڑے اوڑھ لئے ہیں اور اکڑ کر بیٹھ گئے ہیں پھر میر نے انہیں کھلے طور پر دعوت دی "کھلے عام اور رازداری کے ساتھ دعوت دی" (سورہ نوح آیت نمبر ۹۷) آخر کار انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ "اگر میرا تم میں رہتا اور اللہ کی آیات کے ذریعہ نصیحت کرنا تمہیں ناگوار ہو تو میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ تم اپنے شرکوں کے ساتھ مل کر (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) مقررہ کر لو اور میرے حق میں کر گزرو اور مجھے ذرا صلت نہ دو۔" (سورہ یونس آیت نمبر ۸۰) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے سورہ ہود آیت نمبر ۲۵ تا ۳۸۔ سورہ الشعرا آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۲۲۔ سورہ المؤمنون آیت نمبر ۲۳ تا ۲۹ وغیرہ

ہود علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا جواب

قوم عاد کی طرف ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا انہوں نے فرمایا "اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی اور الہ نہیں ہے۔ تم شرک کر کے اللہ پر محض بہتان چاندھتے ہو۔" وہ بولے "ہو! تم ہمارے پاس (اکیلے اللہ کی بندگی کرنے کیلئے) کوئی واضح دلیل نہیں لائے اور ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ تم پر ایمان لائیں گے بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آمیب زندہ کر دیا ہے" ہود علیہ السلام نے فرمایا "گو اور سوچو جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں تم اور جن جن کی تم پوجا کرتے ہو سب مل کر میرے بارے میں جو تدبیر کرنا چاہیں کر لیں اور مجھے صلت نہ دیں۔" (سورہ ہود آیات ۵۰ تا ۵۸)

مزید تفصیل کیلئے سورہ الاعراف آیات ۶۵ تا ۷۵۔ سورہ الشعرا آیات ۱۲۳ تا ۱۴۰۔ سورہ فہرہ ملاحظہ فرمائیں۔ یہی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام کی اپنی قوم کے آگے رہی ہے اختصار کے پیش نظر صرف حوالا جات تحریر کئے جا رہے ہیں۔

صلح علیہ السلام: سورۃ الاعراف آیات ۳۱ تا ۷۹۔ سورۃ الشعرا آیات ۱۳۱ تا ۱۵۹۔ سورہ ہود آیات ۶۱ تا ۶۵

ابراہیم علیہ السلام: سورۃ الشعرا آیات ۶۹ تا ۸۳۔ سورۃ الانعام آیت ۷۴۔ سورۃ العنکبوت آیات ۱۶ تا ۲۵۔ سورۃ الانبیاء آیات ۵۱ تا ۶۷۔ سورۃ الحجۃ آیت ۱۲۰۔

لوط علیہ السلام: سورۃ الشعرا آیات ۱۶ تا ۵۷۔

شعیب علیہ السلام: سورۃ الاعراف آیات ۸۵ تا ۹۴۔ سورۃ الشعرا آیات ۱۷۱ تا ۱۹۱۔ سورۃ العنکبوت آیات ۳۶ تا ۴۱۔ سورہ ہود آیات ۸۳ تا ۹۵۔

یوسف علیہ السلام: سورہ یوسف آیات ۳ تا ۳۰۔

موسیٰ علیہ السلام: سورۃ المؤمنون آیات ۳۵ تا ۴۹۔ سورہ ابراہیم آیات ۵ تا ۸۔ سورۃ الاعراف آیات ۱۳۸ تا ۱۴۰۔

عیسیٰ علیہ السلام: سورۃ المائدہ آیات ۱۱۰ اور ۱۱۱۔ سورہ آل عمران آیت ۵۵۔

الغرض تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو الہ واحد کی طرف دعوت دی لیکن قوم کی اکثریت نے اپنے پیروں اور مولویوں اور

اپنے سرداروں اور بھائیوں کے پیچھے چلتے ہوئے دعوت حق کا انکار کیا اور ایک ہی جواب دیا کہ ہم وہی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے تب پھر ابراہیم علیہ السلام کی زبان میں جواب دیا جاتا ہے کہ تم گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت

اللہ تعالیٰ نے سابق انبیاء کی طرح آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دعوت توحید کا حکم دیا۔ ان پر قرآن نازل فرمایا جس میں گمراہوں کو توحید کی تفصیل سے بیان کرنے کی وجہ یہ بات واضح کرنا تھی کہ جس متعدد کیلئے گزشتہ زمانوں میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا تھا وہی مقصد اور وہی ذمہ داری آپ کی ہے کہ قوم کو الہ واحد کی بندگی کی طرف بلاتا اور طاغوت سے اجتناب کا حکم دیتا۔ آپ کا کام احکام کو کھول کھول کر بیان کرنا ہے۔ جس کے نتیجے میں آپ کو سراہا نہیں جائے گا بلکہ وہی کچھ پیش آنے کا جو پیچھے انبیاء کے ساتھ پیش آچکا ہے۔ ماحر کاہن، شاعر، کذاب، مستغیر اور گمراہ جیسے نازیبا القابات سے نوازا جائے گا لیکن آپ صبر و تحمل کے ساتھ حق پر قائم رہیں اور برابر دعوت حق جاری رکھیں اس کے ساتھ ساتھ آپ پر لگائے جانے والے الزامات کے جوابات بھی دیئے جاتے ہیں کہ "یہ کسی شاعر کا کلام نہیں" (سورۃ الحجر آیت ۴۱) "نہ کسی کاہن کا کلام ہے" (سورۃ الحجر آیت ۴۲) "(اے محمد) تم اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہو اور نہ مجنون" (سورۃ الحجر آیت ۴۹) "پس جو حکم تم کو ملے لوگوں کو بر ملا سناؤ اور شکر کہیں کی پروا نہ کرو" (سورۃ الحجر آیت ۹۳-۹۵)

حالانکہ دعوت توحید سے قبل قریش مکہ نبی علیہ السلام کو عرب کا بہترین فرد قرار دیتے تھے "انہیں" "سابق" اور "امین" جیسے القابات سے جانتے تھے لیکن الہ واحد کی دعوت دیتے ہی سب بیکار بن گئے جو کل تک راہ میں آنکھیں پھٹاتے تھے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا جو ہاتھ سلام اور سر جھکا کیلئے اٹھتے تھے وہ گریبان تک پہنچنے لگے الغرض مختلف طریقوں سے ایذاؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور نبی صلعم کے ساتھ آپ کے ساتھی ایمان والوں کو بھی ہر ممکن طریقے سے ستایا جانے لگا۔ بلال ابن رباح، خباب بن الارت، عثمان بن یاسر اور سہیل رومی رضی اللہ عنہم و قیرہ کو بہت زیادہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور معاشرے کے بااثر افراد مثلاً ابو بکر، عثمان بن عفان، معتب بن عمیر، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی قریش مکہ کی خلیفوں سے نہ بچ سکے کتب احادیث میں تمام تفاسیل دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس ساری جاں نثاری کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو براہِ تسلی و سہولت اور ان کی مدد فرماتا رہا یہاں تک کہ جب مکہ کی بستی میں لوگوں کی اکثریت انکار حق پر جم گئی اور مختصر سی اسلامی جمیعت پر مصائب اٹھنا کو پہنچنے لگے۔ تب اللہ رب العزت کے حکم سے مدینہ کی جانب ہجرت کی گئی۔ لیکن وہاں مسلمانوں کی آزمائش کیلئے ایک دوسرا محاذ منافقین کی شکل میں کھل گیا اب یہاں ایک طرف یہودی تھے جو متواتر اسلام کے خلاف مصروف عمل رہے اور دوسری طرف قریش مکہ جو کسی صورت اسلام کو پھلتا پھولتا اور اپنے آبائی دین کو نشانہ دیکھ سکتے تھے اور تیسری طرف یہ منافقین جو اسلام کے اندر رہ کر انکی چیزوں کو کاٹنا چاہتے تھے۔ ہر حال اللہ تعالیٰ نے ہر محاذ اور ہر مرحلے پر اپنے نبی اور ایمان والوں کی نصرت کا وعدہ بھرپور انداز میں پورا کیا اور بالآخر فتح مکہ کی صورت میں پورے عرب پر اسلام کو غالب کر دیا۔ قل جہلہ الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقاً (سورۃ نبی اسراء آیت ۸۱) ترجمہ (آپ فرمادیں کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل بے ہی شے ہوتا ہے) اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام روئے زمین پر غالب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ اشتقاق پورا کر دیا۔

ہمارے اسلاف کون ہیں؟

ہر مذہبی حلقے اور گروہ سے اپنے دفاع میں ایک ہی آواز اٹھتی ہے کہ ہم کتاب اور سنت کے داعی اور پیروکار ہیں۔ لیکن جب عقائد و نظریات کی بات آتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے علاوہ ایک تیسرا معیار حق بھی موجود ہے یعنی ان کے عقائد ہیں۔ گویا اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اکابرین کی بھی اطاعت ضروری ہے چاہے ان کی اطاعت سے پہلی دو اطاعتیں کی گئی ہی ہوتی ہو۔ آپ ان کے سامنے مختلف مسائل کیلئے قرآن و حدیث کے دلائل پیش کر کے دیکھ لیں۔ مثلاً نبی علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے اب قیامت سے پہلے وہ دنیا میں نہیں آسکتے۔ انسانوں کے اعمال آپ کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش

ہوتے ہیں۔ یا پھر مردہ انسانوں میں جان کی رمقی تک باقی نہیں رہ سکتی اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ دور و نزدیک سے سنا جانتا اور دیکھا جاتا ہے قبول فرمانا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں یہ فوراً انکار کر دیں گے یا پھر قبول کر دیں گے اور قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنے انکار پر کی کتابیں اٹھا لائیں گے اور ان کے اقوال اور فتوے پیش کر دیں گے اور اس طرح ذہنی دعویٰ کے پابوجود اللہ اور رسول کی اطاعت سے انحراف کی روش اپنائے رکھیں گے۔

دوسری طرف وہ سچے مسلمان ہیں جن کی اپنی زندگیوں ایمان خالص اور عمل صالح کا بہترین نمونہ ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور میں لوگوں کے سامنے دعوت توحید پیش کی اور ہر طریقے سے طاغوت کا ٹکڑا کیا۔ مبرہہ، استقامت کے ساتھ اس راہ میں جے رہے جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں نے استقامت دکھائی تھی چنانچہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین اور ان کی راہ پر چلنے والے علماء سلف ہیں غرض وہ تمام اشخاص ہمارے اسلاف میں شامل ہیں جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی اطاعت کے داعی رہے اور انکا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا رہا۔ جنہوں نے توحید کے جھنڈے کو سر بلند اور باطل کے جھنڈے کو سرنگوں کرنے کیلئے پوری جدوجہد کی اور ہر دور میں طواغیت اور ان کے پرستاروں کو بے جا تک دھل لگا کر انہیں غفلت میں پڑی ہوئی انسانیت کو جگانے کی کوشش کی اور اس راہ میں آنے والی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ شیروں کی طرح اپنے زخموں کو چاٹتے ہوئے منزل کی طرف دو دو دوں نظر آئے۔ اور محاشرے کی ہوی سے ہوی رکاوٹ بھی ان کے جذبہ ایمان میں کمی نہ کر سکی کوئی مشکل سے مشکل مرحلہ بھی ان کے پایہ استقامت میں لغزش واقع نہ کر سکا جو لومۃ لائم سے بے پرواہ اللہ کی توفیق سے برابر آگے بڑھتے رہے اور ایک ہی دھن میں گمن نظر آئے کہ اللہ ان سے راضی ہو جائے جس کی قرآن کو اپنی دیتا ہے کہ **رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ** (سورۃ البقرہ آیت ۸) ترجمہ (اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے)

عصر حاضر کے مسالک اور ان کے عقائد

سب ہی جانتے ہیں کہ آج کل کون کون سے فرقوں اور مسالک میں لوگ بٹے ہوئے ہیں اور ان پر اسلام کا فحاشی لیبیل لگا کر معصوف عمل ہیں۔ جو اللہ کے رکھے ہوئے نام "مسلم" کے بجائے وہابی، سنی، شیعہ، بریلوی، دیوبندی اور اچمدیٹ وغیرہ کہلاتے ہیں فخر محسوس کرتے ہیں ایسے ہی گمراہ فرقوں کا نقشہ اللہ کی کتاب پیش کرتی ہے۔

لَقَدْ ظَهَرَ مِنَ الرِّسَالَةِ حَزْبٌ مِّنْهُمْ يَرْوِى كَلِمَاتٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ يَكْذِبُونَ (سورۃ المؤمنون آیت ۵۴) ترجمہ (پھر انہوں نے اپنے آپ کو فرقوں میں بانٹ لیا ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر نازل ہے)

ان سب کے عقائد کا اگر جائزہ لیا جائے تو وہ صریحاً قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف نظر آئیں گے۔ مثلاً ان کے ہاں انسان مرنے کے بعد بھی مردہ نہیں ہوتا بلکہ صرف نقل مکانی کر جاتا ہے اس کی صفات اور خصوصیات زندہ انسانوں ہی کی رہتی ہیں بلکہ اس بھی بڑھ جاتی ہے۔ (تبلیغی نصاب کتاب الروح للابن قیم) مردہ اپنے اکل و عیال اور دیگر لوگوں کے احوال جانتا ہے۔ (کتاب الروح للابن قیم)

فوت شدہ ہستیاں عالم الغیب ہیں (تبلیغی نصاب صراط مستقیم کرامات الہدیث)

قنویۃ لکھتا اور انکا دارموت ہے۔ (کتاب التعریرات للابن قیم بیہشتی زیور)

دینی امور پر اجرت لینا جائز ہے۔ (موجودہ تمام مسالک کا موقف)

انبیاء قبوروں میں زندہ ہیں اور اقوال مطہرات بھی پیش کی جاتی ہیں۔ (ملفوظات احمد رضا خان بریلوی)

نبی علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں ورنہ وہ سلام سنتے ہیں۔ (کتاب الوسیلۃ للابن قیم)

نبی علیہ السلام اپنی قبر کے پاس پہنچنے والے درود سلام کو خود سنتے ہیں (فتاویٰ مذہبیہ)

قبر کو تحیہ لگانے سے مردے کو تکلیف ہوتی ہے (استفسارات از میدہ دہودوی)

مردے بعد از وفات دنیا میں آتے جاتے رہتے ہیں (تلیغی نصاب، ادراج ثلاث اشرف علی قضاوی)
 کچھ طریقوں سے کشف ادراج (یعنی قبر کے اندر کا حال معلوم) ہو سکتا ہے۔ (القول الجمیل از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)
 عجمی امت کے اعمال میں صرف درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ (کتاب التوحید از محمد بن عبد الوہاب، کتاب الوسیلۃ ابن تیمیہ)
 اسی پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں (محقق علماء دیوبند) وغیرہ وغیرہ جبکہ دوسری طرف قرآن و حدیث سے جو عقیدہ سامنے آتا ہے وہ
 مندرجہ ذیل ہے۔

مردے نہیں سنتے۔۔۔ انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اولو اسمنین ○ ترجمہ (اے نبی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ
 ان سمیوں کو سنا سکتے ہو جو بیٹھ بچھڑ کر بھاگے جا رہے ہوں) (سورۃ النمل آیت ۸۰ اور سورۃ الروم آیت ۵۲)

مرنے والوں میں جان کی رمتی تک باقی نہیں۔۔۔ والذین یلعنون من دون اللہ لا یخلقون شیاء وہم یخلقون ○ اسوات صیر
 اصلح و ملہ شعرون ایلان یمشون ○ ترجمہ (اور وہ دوسری ہستیاں جنہیں لوگ اللہ کے سوا بناتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ
 خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں ان میں جان کی رمتی تک باقی نہیں اور انہیں کچھ معلوم نہیں کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا)
 (سورۃ النمل آیت ۲۰-۲۱)

قوت شدہ ہستیاں عالم الغیب نہیں۔۔۔ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشرعون ایلان یمشون ○ ترجمہ
 (ان سے کہو کہ زمین و آسمان میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا سوائے اللہ کے) (اور وہ تمہارے بتاؤں معبود تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ وہ کب
 اٹھائے جائے گے۔ (سورۃ النمل آیت ۶۵)

قیامت سے پہلے مردہ جسم میں روح نہیں لوٹ سکتی۔۔۔ واذ النفوس زوجت ○ ترجمہ (قیامت کے دن کے احوال میں ایک
 یہ بھی ہے کہ) اور جب روحیں جسموں سے جوڑ دی جائیں گی۔ (سورۃ النکور آیت ۷)
 ثم انکم ہمذالک لیسوفن ○ ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون ○ ترجمہ (پھر اس زندگی کے بعد تمہیں موت آئے گی پھر تم دوبارہ قیامت کے روز
 زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے۔ (سورۃ المؤمنون آیت ۷۵-۷۶)

تعویذ لگانا شرک ہے۔۔۔ "عن عبد اللہ بن مسعود قال سمعت رسول اللہ یقول انی الرقی والتطائم والتولذ شرک" ○ ترجمہ۔۔۔ عبد اللہ
 بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تعویذ، تولذ (محبت کا تعویذ) اور تم سب شرک ہے۔ (ابوداؤد و
 توالذ مشکوٰۃ ص ۳۸۹)

دین پر اجرت لینا کسی نبی کا طریقہ نہیں۔۔۔ ما اسکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین ○ ترجمہ (صلی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا) میں اس (دین کے کام) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا میرا معاوضہ تو صرف تمام جہانوں
 کے رب کے پاس ہے۔ (سورۃ الشعراء آیت ۱۲۵)

فرقہ بندی شرک ہے۔۔۔ سنیین اہل والیموا
 اصلوہ ولا تکلونوا من الحزکین ○ من الذین لولوا انہم وکلوا شیاء
 کل حزب یشہد علیہم لرحون ○

ترجمہ۔۔۔ (لازم ہو جاؤ دین پر) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرتے رہو۔ اور لہذا قائم کرو اور نہ ہو جاؤ ان مشرکین میں سے

یہ بعد میں ہی معلوم ہے صرف اہل ایمان کی اجازت ہی جس میں شرک و کفر ملا ہوں لیکن تعویذ کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی کہ شریعت میں قبرستان ہانکے سے منع کیا
 تھا بعد میں اجازت دینی تاکہ اہل ایمان موت کو ڈر نہ لیں۔

جنہوں نے اپنا دین الگ بنالیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں سو ہر ایک کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں لگن ہے۔ (سورۃ الروم آیات ۳۱-۳۲)

اللہ نے ہمارا نام مسلم رکھا ہے۔ جو معکم المسلمین من قبل ولی ہذا ترجمہ لا اللہ نے تمہارا نام ”مسلم“ رکھا ہے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی (سورۃ الحج آیت ۷۸)

عصر حاضر میں اسلام کی داعی تحریک

اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں مختلف اور مختلف ممالک میں اسلامی انقلاب کے نام پر بہت سی تحریکیں اٹھیں اور معاشرے میں موجود اخلاقی و معاشرتی برائیوں کو مٹانے کے لئے اجتماعی کوششیں بھی کیں لیکن بعد میں انہوں نے اپنی تحریک اور دعوت کا رخ دیکر لوگوں کی مادی فلاح و بہبود اور سوشل ورک کی طرف موڑ کر خود ہی تحریک کی روح کو فنا کر دیا تاہم اس کا معمولی سا تقسیم رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ ان نام نہاد اسلامی تحریک کے ساتھ ساتھ یہودی و نصاریٰ کی مختلف انجمنوں اور تنظیموں نے کس قدر انسانی فلاح کے لئے کام کیے ہیں بلکہ محض دنیاوی فلاح کا تصور ہی پیش نظر رکھا جائے تو غیر مسلم کھلانے والے ان سے کہیں آگے نظر آئیں گے جبکہ قرآنی واضح طور پر اعلان کرتا ہے کہ اسلامی انقلاب کی بنیاد اللہ واحد اللہ رب العالمین کی بندگی کی طرف لوگوں کو دعوت دینے اور اللہ کی راہ سے بھٹکانے والے طاغوتوں کے انکار پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ (اور ہم نے ہر امت میں (جو بھی) رسول بھیجا اس نے لوگوں کو اپنی دعوت دی کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔) (سورۃ النحل آیت ۳۶)

اسی لئے جس قوم اور جس ملک میں بھی اللہ نے اپنے کسی بندے کو رسول بنا کر بھیجا اس نے اس کی پروا نہ کی کہ یہ قوم کتنی دربارہ اور خستہ حال ہے۔ اس کے مسائل کس قدر گھمبیر اور دنیاوی حالت کتنی اچتر ہے۔ بلکہ اس کو اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ قوم اپنی زندگی کے فیاد کی مقصد (اللہ کی بندگی) کو فراموش کر کے آخرت کی داعی بد انجامی کی طرف جارہی ہے۔ وہ قوم کی وقتی پریشانیوں اور مسائل کو حل کرنے کے لئے فلاحی اور رفاهی اوارے کھولنے کی بجائے اپنی مساعی کا آغاز قوم کے سامنے اللہ کی بندگی کی دعوت سے کرتا ہے اور اسی میں ان کے تمام مسائل اور مشکلات کا حل سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس کی تمام تر توجہ اسی بنیادی اور جوہری بات پر مرکوز رہتی ہے اور وہ ہر جگہ قوم کے سامنے یہی بات اٹھاتا ہے یقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الہ غیوہ (سورۃ الاعراف غیوہ وغیرہ) کہ ”اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں“ اللہ واحد پر ایمان ایک ایسی چیز ہے جو تماخر فیر کی بنیاد ہے۔ یہی و شجر طیب ہے جس میں اچھائیوں اور خوبیوں کے پھل لگے ہوئے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے فرمایا۔ اللہ تو کبھ ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و لورہا فی السعۃ ثوئی اکلہا کل حین یلفظ و یبھا (ترجمہ) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک کلمے کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے (وہ ایسی ہے) جیسے ایک پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (زمین میں جمی ہوئی ہے) اور شاخیں آسمان میں اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے (سورۃ ابراہیم آیات ۲۳-۲۵)

اسلامی انقلاب کی یہ بنیاد جب تک کسی بھی تحریک کا اصل الاصول رہے گی سمجھ لیں مثلاً دور حصیں لیکن اس راہ میں جہاں اس بنیادی اور جوہری دعوت میں ذرا محصول آیا پھر یہ راستہ اسلامی انقلاب کی طرف نہیں بلکہ کسی اور ہی طرف لے جائے گا۔ بد قسمتی سے ماضی قریب میں اٹھنے والی تمام تحریکیں کی بنیاد ایمان باللہ کے پہلو سے صرف نظر کر کے اعمال اور احوال کی درستگی پر تھی۔ چاہے افغانستان میں محمود صوف کی تحریک ہو، مصر میں حسن البنا کی یا پاکستان میں جماعت اسلامی و دعوت اسلامی یا تبلیغی جماعت یا کوئی اور تنظیم ہو سب کا مشن لوگوں کے اعمال و درست کرنا ہے یا زیادہ سے زیادہ صالح قیادت کو لانا ہے نہ کہ وہ تمام تحریکیں معاشرے سے چند برائیاں ختم کر کے ایک اسلامی معاشرے کے قیام کا خواب دیکھتی آرہی ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی خام خیالی ہے آج ہاں ہر انفرادی و اجتماعی وسائل کے دنیا کے کسی بھی

خطے میں صحیح معنوں میں اسلامی حکومت کیسے بنیں ہے ہر جگہ، بصورت اور یاوشاہت کی بنیاد پر فیصلے کئے جاتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والی قوم ہر جگہ اذلیل و خوار ہے۔ خاص طور پر ان ممالک میں زیادہ برا حال ہے جہاں اسلام کے نام پر نام نہاد تحریکات، بڑی سنگین کیونکہ اصل میں شرک و کفر کے شجر خبیث کو جڑ سے اکھاڑنے کی بجائے شاخوں کی تراش فراش سے اسلام لانے کی ناکام کوشش کی جاتی رہی ہے۔

نتیجہ سب کے سامنے ہے اگر یہ قوم اللہ کی ہدایت پر قائم رہتی اور اس کے بندوں میں سے کسی کو داتا، بخیر، مقوت، مشکل کشا، کارساز اور امیر و غریب نواز بنا کر اس کے غضب کو دعوت نہ دیتی تو آج امت کی یہ حالت نہ ہوتی نہ اس کے قونہالوں کو حیدر اعلیٰ اور نہ عفت باب بیٹیوں کی عصمت دہی ہوتی نہ عزت کا جنازہ نکلتا اور نہ انصاف کے حصول کیلئے عیروں سے بھیک مانگی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ (ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کی انہی کے لئے امن و سلامتی ہے اور وہی راہ راست کو پا گئے (سورۃ الانعام ۸۲))

برصغیر میں اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والی فرقوں اور گروہوں کے گہرے مطالعے کے بعد اللہ کے ایک بندے و اکثر مسعود الدین عثمانی نے ایمان خالص کی بنیاد پر قوم کے سامنے دعوت توحید پیش کی اور دعوت کا ماتخذ قرآن و حدیث کو بنایا اور ساتھ ساتھ آثار صحابہ سے بھی رہنمائی حاصل کی۔ اللہ کے اس بندے کا مشن یہ تھا کہ قوم کے سامنے الہ واحد کی ہدایت کی دعوت رکھی جائے۔ شرک اور طاغوت پرستی کے ہر انداز کی نشاندہی کر کے اس کو رد کیا جائے اس برات و پیراری کے اعلان کا عزم لے کر سنت نبوی صلیم کا جامہ پہن کر اس میدان میں اترا جائے اور آخرت کا بلاؤ ادا کیا جائے اور اس راہ میں خلوص سے جتنے کی کوشش کی جائے پھر قوم کے اندر وہ مبارک کشش بہا ہو جس کی نشاندہی قرآن نے فرمائی۔

فَلَقَاهُمْ لِيُؤْخِذَهُمْ فِي مَقَامٍ آتٍ بِهِ (سورۃ القصص ۲۸) جس کے تحت اتحاد و اختلاف کی بنیاد صرف ایمان ہو۔

مختصون فی دہم" پھر جب ہجرت کے مقام آؤ تو دس تو ہر جگہ سے لیکر کہا جائے تمام برائیوں اور منکرات کو ترک کیا جائے یہاں تک کہ اللہ کے دین کے تقاضے کے طور پر اگر گھریا مال و اسباب اور وطن تک چھوڑنا پڑے تو بھی گریز نہ کیا جائے تا آنکہ قتال فی سبیل اللہ کی صورت میں حق و باطل کا معرکہ برپا ہو جہاں سہرا چلتے ہیں سینے چھلکی ہوتے ہیں اور جہاں صرف اپنے مالک پر توکل و بھروسہ کرنے والے امن کی راہ میں شہادت کی تمنا کیے ہوئے اس میدان میں شیرازہ دار اتریں اور پھر اللہ کی توفیق سے اپنی منزل کو پالیں یعنی علیہ دین حق یا شہادت کی موت کہ نقد جان کے عوض شہادت حق کا فریضہ ادا ہو اور اللہ کی مغفرت اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا سامان ہو جائے۔

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَالزَّلَٰزِلَٰةُ الْجَبِيذُ فِيهِ نَافِلٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنْصَبُ رُسُلَهُ يَلْعَبُ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ" (سورۃ الحديد ۲۵) یہی اسوہ ہمیں نبی علیہ السلام کی دعوت کے مختلف مراحل اور آپ کی پوری زندگی میں ملتا ہے۔

اسلامی انقلاب کی راہ میں آنے والے مراحل

قرآن و حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس راہ میں یہ مدارج مرحلہ وار ہیں ہر ایک کے ساتھ پیش آئے ہیں جس کا مختصر خلاصہ مندرجہ بالا طور پر پیش کیا گیا ہے۔

(۱) دعوت توحید (۲) ہجرت (۳) جہاد فی سبیل اللہ

ان مراحل کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

دعوت توحید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق لوگوں کو بازا روں، لنگی کوپوں، میلوں اور جہاں ممکن ہو ہدایتی رب کا مفہوم سمجھایا

جائے۔ شرک و کفر اور بدعات کا انحصار یہ رد کیا جائے۔ تمام ممکنہ ذرائع و وسائل کو استعمال کرتے ہوئے لوگوں تک اس بنیادی بات کو پہنچانے کی پوری کوشش کی جائے۔ لوگوں کو اللہ کے باقی بندوں سے بھی واقفیت کرائی جائے جن کی محبت میں گرفتار ہو کر وہ گمراہ ہو چکے ہیں تاکہ کفر باطاعت (جو ایمان باللہ کے ساتھ لازم و ملزوم ہے) کا قرینہ نہ کہا جاسکے۔ لوگوں کی اکثریت اپنے آبائی مذہب اور اکاہیرین کا دفاع کرتے ہوئے پوری شدت سے دعوت حق کی راہ میں مزاحم ہو گئی ہر طریقے سے سو میں کو اپنی جگہ سے ہلا دینے کی کوشش کی جائے گی یہ راہ ہے جس پر اللہ کے مومن بندے صرف اللہ کی توفیق ہی سے قائم رہ سکتے ہیں۔ اس آبلہ پاراہ میں وہی لوگ ثابت قدم رہ سکتے ہیں جن کی فطرت میں اس چند روزہ فانی دنیا کی بجائے آخرت کی یہ بہار کائنات کی قیمت ہو جو ایک مسافر کی حیثیت سے اس کی دنیا کی منزل پر گھسرتے ہیں۔ وہ اس کا اصلی گمراہ مقام ہے جسے جنت کہا جاتا ہے شہادت کی تمنا دل میں بسا کر وہ اس راہ میں قدم آگے بڑھاتے جاتے ہیں ہر حال میں اپنی جانی و مالی قربانیاں خرچ کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ غرض جس قسم کی ذمہ داری صاحب قرآن نے ایک مومن جماعت کی بنائی ہے وہ اس کی عملی تصویر نظر آتے ہیں۔

ہجرت

ایک مسلم جو اس نظم کی پابندی کا عہد اور اپنے آپ کی ذمہ داری اور اللہ کے آگے جواب دہ سمجھتا ہے وہ جماعت کی تمام تر اذیتوں سے اپنے دامن کو پاک کر لیتا ہے گویا وہ جاہلانہ معاشرے سے ایک طرح کی ہجرت کرتا ہے۔ البتہ اس کی اصل یعنی ملک سے ہجرت اس وقت ہوتی ہے جب باطل و دعوت کو ختم کرنے کے لئے اپنے تمام دلائل اور سختیاں بے کار دیکھ کر ایمان والوں سے صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ **قل الصلا الذین استکبروا من قومہ منخرجنکم باضعیف والذین استوا معکم من قریبنا اولئذ یعودن لی سلفنا** (سورۃ الاعراف ۸۸) اور پھر حق اپنی تمام تر بے سرو سامانی کے باوجود باطل کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بجائے اس کے سامنے سینہ سپر ہو جائے تب ہجرت کا مقام آتا ہے ایمان دار اللہ کی خالص بندگی و اطاعت، ہلالے کھیلنے ہر اس خطہ گنہگار بن جاتے ہیں جہاں ان کی دانست میں امن و سکون کے ساتھ اللہ کی بندگی و احکامات کی احسن طریقے سے بجا آوری ہو سکے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے پیغمبروں نے اللہ کے حکم سے ہجرت فرمائی اس طریقہ سے رسول اللہ نے اپنی قوم کو ہر ممکن طریقے سے دعوت و حید دی لیکن انجام کار بہت تھوڑے افراد اس دعوت کو قبول کرنے والے بنے اکثریت نے شدت کے ساتھ رو کیا اور پھر جب مکہ میں زندگی گزارنا ناممکن بن گئی بلکہ ناممکن ہو گیا تب اللہ کے حکم سے پہلے حبشہ اور بعد میں مدینہ ہجرت کی گئی۔ قریش کا شعب بنی ہاشم کا بیٹا نکاح مسرطہ اللہ ہجرت حبشہ یہ سب واقعات ہجرت مدینہ کے محرکات ثابت ہوئے۔

جماعتی سبیل اللہ

دور ہجرت میں جب ایمان دار امن و اطمینان سے اللہ کی بندگی میں مصروف ہوتے ہیں تو باطل کے پرستاروں کے سینوں پر سائب لوث جاتے ہیں کہ ہمارے داتاؤں اور پیغمبروں کے انکاری ہمارے پاس سے نظر اب امن و اطمینان سے اللہ کی بندگی اور دعوت دین کا کام کر رہے ہیں تو وہ پوری قوت سے مسلح ہو کر الہ و احد کی بندگی کرنے والوں کو مٹانے کے لئے ان سے بھڑ جاتے ہیں۔ مومن صرف اللہ کی رضا کے لئے اپنی جان بچھا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور گناہ اپنے بھائی کی بڑائی قائم رکھنے کے لئے لڑتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ طاقتور کی راہ میں لڑنا قرار دیتا ہے۔ ”جن لوگوں سے جنگ جاری ہے انہیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قدرت رکھتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گمراہوں سے بے قصور نکالنے کے لئے صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے۔“ (سورۃ الحج آیات ۳۹-۴۰)

اللہ کی راہ میں جم کر لڑنے والوں کی تعریف سورۃ الصف میں اس طرح بیان کی جا رہی ہے کہ ”بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا

ہے کہ جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھے جم کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ ہلائی ہوئی دیوار ہیں۔" (سورۃ الصف آیت ۳)۔
 کہیں مالک اپنی راہ میں جانوں کی نذرانے پیش کرتے والوں کو مردہ گمان نہ کرنے کا حکم دیتا ہے (سورۃ بقرہ) کہیں فرمایا جاتا ہے کہ وہ
 اللہ کے پاس زندہ ہیں اور وہیں رزق دیے جاتے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کس طرح صحابہ کرام نے اللہ کی قربان کے مطابق اپنے
 مال خرچ کئے اور جانیں بھی قربان کی یہ تمام واقعات قرآن مجید اور کتب واجابہ میں موجود ہیں کہ سورۃ آل عمران کی اس آیت "لن نغفلوا
 لہم حتی تنفقوا ما تحبون" ترجمہ "تم ہرگز نیکی کے کمال کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وجہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جو تمہیں
 سب سے زیادہ محبوب ہو" کا مفہوم جان لینے کے بعد ابو طلحہ نے اپنا بصرین بارغ اللہ کی راہ میں صدق کر ڈالا عثمان کا ہر موقع پر بے ہمارو یہ
 خرچ کرنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ساری دولت مسلمان ہونے والے مسلمانوں کی آزادی پر خرچ ہوئی سورۃ التوبہ میں غزوہ تبوک میں شامل
 ہونے والے غریب صحابہ کے ذوق تعاون کی تعریف کی جاتی ہے۔ سب سے زیادہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے ام المومنین عائشہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے معاملے میں جلتی ہوا سے بھی زیادہ جلتی تھے۔ ام المومنین صدیقہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلی وحی کے نزول کے بعد نبی سے یہ فرمانا کہ اللہ آپ کو کچھ خرچ کرنا کہے گا جب کہ آپ خرچوں کی اس قدر دہ و قرباتے ہیں
 کہ جو غریب ہونے سے نہیں ڈرتے گویا جب جان بچاؤ کر کے کامو قح کیا تو اپنے ہاتھ پر تلواروں کے واروں کے گھنے۔ اللہ کے دشمن کا
 خیرہ پیٹھ کی ہڈی کو توڑتا ہوا نکل جاتا ہے کہ تو نے اختیار نہ سے لھتا ہے "اللہ اکبر! موت ورب العجبہ" (اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں تو
 اپنی مراد کو پہنچ گیا) کہیں نبیؐ یہ فرما رہے ہیں کہ "میری آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں" (صحیح بخاری) کہیں یہ الفاظ ہیں کہ
 "اے اللہ بیش تو صرف آخرت کا پیش ہے" مال خرچ کرنے کا حکم ملا تو سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا گیا اور پھر ایمان دعوت الی اللہ ہجرت
 اور جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد پر جو انقلاب دنیا کے اس خطے میں جسے عرب کہا جاتا ہے دو قہا ہوا اس کی نظیر چشم فلک پیش کرنے سے قاصر ہے
 اور اسی انقلاب کی آغ سکتی ہوئی ہے جس انسانیہ کو ضرورت ہے۔

چونکہ خیر القرون کے بعد دوبارہ اس نوعیت کی باقاعدہ کوئی تحریک نہیں اٹھی اور نہ ہی اٹھنے والی تحریک میں شرک سے پاک ایمان
 پیدا ہو سکا پھر کس طرح انقلاب لایا جائے اللہ کی نافرمانی اور شرک کی وجہ سے آج یہ امت مسلمہ کھلانے کے بارخود پوری دنیا میں ذلیل و
 رسوا نظر آتی ہے۔ آئیے شرک و کفر کے خلاف جہاد میں ہمارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلیں تاکہ یہ جہاد و جہاد سے دوچار امت اللہ
 کے غضب سے بچ کر اللہ کی رحمت و عنایات کی مستحق ہو جائے۔ ہم ان کے کی بدست پر سب مسکن کی طرح اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں
 اور یہی ہماری دعوت کا اصل الاصول ہے اب چاہے کفر و شرک کے ایوانوں میں زلزلہ آئے یا ظلم و تعدی کے سمندر میں ابرقاش پیدا ہو
 کوئی ہاتھ ہماری حمایت میں اٹھے یا نہ اٹھے دعوت یہی رہے گی۔ "قولوا لا ایداء لہم تلحقوا" اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ ذاتا و تخیراً
 تمہیں مشکل نشا حاجت روا نہیں بنائے والے کارساز نہیں بنائے۔

واللہ اعلم بالصواب

عقد شفاعت

قرآن و حدیث کی نظر میں

الشیخ یعقوب خاں - کراچی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گزشتہ اقوام کے حالات و قصص بیان فرمائے ہیں تاکہ بعد میں آنے والی سلسل انسانیات ان کے عبرت انگیز انجام سے سبق حاصل کرے کہ جب اللہ نے ان کی مافرمائی کی وجہ سے گرفت کی اور ان پر ایسے عذاب کا کوڑا برسایا تو پھر نہ تو ان کی طاقت یا ان کے وسائل کسی کام آئے اور نہ وہ ہستیاں ہی ان کی مدد کو پہنچیں جن کے وہ نام لیوا تھے اور جن کو اللہ کے مقابلے میں انہوں نے کوئی مقام و مرتبہ دے رکھا تھا۔

شفاعت کا عقیدہ عام طور پر دو طرح سے انسانیت کی گمراہی کا شوبہ بنا ہے۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو چھٹکانے اور ان کی طاقت کرنے والوں نے اس عقیدہ کو اس طرح اپنے لئے ڈھال بنایا کہ وہ جن ویتاؤں کے نام لیواں یا عہدہ داروں کے واسطے تھے کہ ان کو اللہ سے قریب گمراہی سے واسطے اور اللہ کے دربار میں ان کے سفارشی ہیں لہذا ان کے لئے ذرا مقررے کا کوئی مقام نہیں۔ ان کے یہ دعوے دیکھنا، اوتار اور بزرگ انہیں اللہ کی پکڑ یا اس کے عذاب سے بچالیں گے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ماننے والوں نے اپنے اپنے انبیاء کے بارے میں شفاعت و سفارش کا یہ عقیدہ اپنایا کہ وہ اللہ کے ان رسولوں کی اولاد ہونے کے باعث ان کی شفاعت کے حقدار ہیں، چاہے ان کے بعد اللہ کے دین میں ان کے ہاتھوں کیسا ہی بگاڑ کیوں نہ کیا ہو اور ان کی زندگی اللہ کی زندگی اور ان انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے عملی نمونے سے کیسی ہی عاری کیوں نہ رہی ہو۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے اپنی مسلسل مافرمائیاں اور بد عملیوں کے باوجود یہ عقیدہ اپنایا کہ وہ بعض انبیاء علیہم السلام سے نسلی تعلق کی بنیاد پر جنت میں چلے جائیں گے اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام ان کو ایسی کسی بھی مشکل صورت میں بچرا لیں گے۔

قرآن نے شفاعت فہمی کے اس باطل اور گمراہ کن عقیدے کی بھر پور انداز میں تردید فرمائی ہے اور بنی اسرائیل کو ان کے ہونے عقیدے کی حقیقت واضح کرتے ہوئے متنبہ کیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓئِيْلُ اِذْ كُروا نَعْمَتِي الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاِنِي قُصِّلْتُكُمْ عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ وَاتَّقُوا

يَوْمًا لَا تَجْزٰى نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقِيْلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ۔

کہ: "اے بنی اسرائیل میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور یہ کہ میں نے تم کو جہان والوں پر فضیلت بخشی، اور اس دن (کے احتساب) سے ذرا جب نہ تو کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام آئے گا اور اس سے بدلہ کے طور پر ہی کچھ قبول کیا جائیگا، نہ اسکو کسی کی سفارش کوئی فائدہ دے گی اور نہ لوگوں کو (کسی اور طرح کی) کوئی مدد مل سکے گی۔"

(البقرہ: ۱۲۲، ۱۲۳)

اس طرح دوسرے گمراہ لوگوں کو بھی ان کے انجام بد سے یاخیر کیا گیا ہے:

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ السَّجْرَمُونَ. وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاؤُا
وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ. (الزمر: ۱۲، ۱۳)

”اور جس دن قیامت برپا ہوگی (اس دن) مجرم لوگ (کافر و مشرک) ملائکہ میں ہو جائیں گے اور ان کے (خود ساختہ) شریکوں میں کوئی ان کا سفارش نہ کر سکے گا۔ اور وہ (اس طرح) اپنے شریکوں کا (ان سے ناامید ہو کر) کفر کریں گے۔“
چنانچہ نبی امرا نیل کوبرا، عیسیٰ، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام جیسے انبیاء کی اولاد ہونے اور دوسرے لوگوں کو اپنے دیوی دیوتاؤں کی سیوا کرنے اور بزرگوں کی دامن گرفتگی کا جو گھمنڈ تھا اور جس کی بناء پر وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے کہ ان کی تجات کے لئے ان انبیاء علیہم السلام، بزرگوں یا دیوی دیوتاؤں سے نسبت اور ان کی سفارش ہی کافی ہوگی، درج بالا آیات ان کے اہل کی جزاکٹ رہی ہیں اور ان کو اس بات کی یاد دہانی کرا رہی ہیں کہ اللہ کے ہاں کام آنے والی اصل چیز تو اس سے کہنے کے بعد کی پابندی اور ایمان و عمل صالح ہیں۔ اس سے بے پرواہ ہو کر محض آرزوؤں کے ہوائی قلعوں پر اعتماد کرنا بے معنی اور لاعا حاصل چیز ہے۔

دنیا میں چند نیک لوگوں کی گمراہی کے بڑے بڑے اسباب میں سے ایک مبہم شفاعت کے بارے میں غلط تصورات اور عقائد بھی ہیں، اسی لئے قرآن نے اس سلسلے کو اس قدر کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اس کے بعد اس سلسلے میں کسی اشکال یا اشتباہ کی گنجائش نہیں رہتی، قرآن میں شفاعت کے معاملے کو متعدد مقامات پر اتنی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ایک حقیقت کے متلاشی کو یہ جاننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آ سکتی ہے کہ شفاعت کون کر سکتا ہے اور کون نہیں؟ یہ کس کے حق میں کی جا سکے گی اور کس کے حق میں نہیں؟

قرآن تو واضح طور پر یہ اعلان کرتا ہے کہ تمام تر شفاعت یا سفارش اللہ کے اختیار میں ہے، اس لئے کہ آسمانوں اور زمین پر اسی کا اقتدار اور اسی کی بادشاہی ہے، وہی بالا خدائوں کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا اور اسی کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ فرمایا: اِمِ اتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ. قُلْ اُولٰٓئِكَ كَانُوا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُوْنَ۔
”کیا ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو سفارش بنا لیا ہے۔ ان سے کہو کہ چاہے وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہی ہوں؟“

قُلْ لِلّٰهِ الشُّفَاعَةُ جَمِيعًا. لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. (الزمر: ۲۳، ۲۴)
”اے نبی ﷺ! ہمدرد شفاعت تو سب کی سب اللہ کے اختیار میں ہے، اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

اللہ کے معاملے میں اختیار شفاعت پر یہ پابندی اس لئے ہے کہ فرشتے ہوں یا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء، کسی کو بھی یہ علم نہیں کہ کس کا نام اعمال اور ریکارڈ کیا ہے کون دنیا کی زندگی میں کیا کرتا رہا اور اللہ کی بارگاہ میں کس سیرت و کردار کے ساتھ اور کیسے کیسے گناہوں کا بوجھ لے کر آیا ہے اس کے برعکس اللہ کو ہر ایک کے اچھے پچھلے کارناموں اور گرتوں کا پورا پورا علم ہے، وہ سب کی حقیقت سے پوری طرح واقف ہے کہ کوئی مستحق اور نیک ہے تو سبکی اور حقوے کے کس مقام پر ہے اور گنہگار و مجرم ہے تو کس درجے کا۔

قرآن میں فرشتوں، انبیاء علیہم السلام اور اللہ کے دوسرے برگزیدہ بندوں کے بارے میں جو تصور شفاعت بیان کیا گیا ہے، وہ انسانوں کے قائم کردہ مذکورہ بالا شفاعت قہری کے اس تصور سے یکسر مختلف ہے، جس کے مطابق ان کے بعض شرکاء (انبیاء، اولیاء، جنوں، فرشتوں اور صالحی و عبادتگاران) کو اللہ کے ہاں قرب و اعتقاد کا یہ درجہ حاصل ہو گا کہ وہ کہیں کے لئے جی جود بڑے کر اللہ سے سفارش کر سکتے ہیں یا ان کی بخشش کے لئے چل کر تھامتا کر سکتے ہیں اور اللہ ان کی نادر و اہم میں اپنے آپ کو بخیر پائے گا (معاذ اللہ) اور لازمی طور پر ان کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔ شفاعت کا یہ تصور بنیادی طور پر غلط اور گمراہ کن ہے اس لئے کہ یہ بندے کا اعتقاد خالق کے بجائے مخلوق پر مبنی ہے اور اس طرح شرک کے لئے راہ کھولتا ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ اللہ کے ہاں نہ کسی کا یہ دوسرہ ہے اور نہ اس کے دربار میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی زبان کھولے گی جبروت ہی کر سکتا ہے، فرمایا من ذا الذی یشفع عنده الا یاذنہ، "کون ہے جو اللہ کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے۔ یعلم ما بین یدوہم وما خلفہم، "اسکو وہ سب کچھ معلوم ہے جو لوگوں کے رو برو ہو رہا ہے اور وہ بھی جو ان کے پیچھے ہو چکا ہے ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بماشاء اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جس کا وہ علم عطا کرنا چاہے (البقرہ: ۲۵۵-۲۵۶ آیت الکرسی)

اللہ تعالیٰ کے علم کی یہ وسعت اور دوسروں کے علم کی یہ محدودیت ضرر کین کے تصور شفاعت کا بالکل خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس قرآن نے شفاعت کا یہ تصور دیا ہے کہ اللہ اپنے خاص اور برگزیدہ بندوں میں سے جس کو چاہے گا اور جس کے لئے چاہے گا سفارش کی اجازت دینگا اور وہ بھی اللہ سے ڈرتے ہوئے وہی بات زبان سے نکالے گا جو بالکل حق ہو گی۔ اس طرح ایک طرف اللہ تعالیٰ دنیا والوں کے سامنے اپنے محبوب اور صالح بندوں کو شفاعت کا ذوق دیکھان کی عزت افزائی فرمائے گا تو دوسری طرف اس کے ذریعے اپنے ایسے مومن بندوں کی مغفرت کا سدا ہن فرمائے گا جن کا ایمان اور عقیدہ بالکل درست ہو گا لیکن وہ اعمال کی بعض خرابیاں لے کر آئے ہو گئے۔ قرآن کی آیات بھی اس کی گواہی دیتی ہیں جتنے ہیں اللہ تعالیٰ واضح اعلان فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اِلَّا لِیَسُوْرَکَ یٰہُ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ (النساء: ۱۱۶) اور احادیث و رسول ﷺ بھی یہی بتاتی ہیں کہ شرک کے علاوہ اللہ چاہے گا تو تمام گنہگاروں کو معاف فرما دے گا، چاہے بغیر سزا کے یا سزا دینے کے بعد، لیکن شرک و کفر کو کبھی معاف نہیں کریگا۔

حدیث و رسول ﷺ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سواے جسے آخرت میں اپنے مومن بندوں کو بھرپور انداز میں نوازنے کے لئے ان پر بھروسہ کرے گا، اسی مستوی کے تحت وہ اپنی رحمت سے اپنے برگزیدہ بندوں کو شفاعت کی اجازت بھی عطا فرمائے گا مگر ان کے حق میں جو ایمان کی بنیادی شرط پوری کرتے ہوئے اس کی نظر میں مستحق ہوں گے اور اس کا علم صرف اسی عالم الغیب و الشہادۃ ذات کو ہے البتہ اس بات کا اللہ تعالیٰ نے قطعی طور سے فیصلہ کر دیا ہے کہ ظالموں کا وہاں نہ کوئی دوست ہو گا نہ شفیع یا سفارشی۔ مَا لِلظَّالِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَلَا شَفِیْعٍ یَّطَّاعُ (المومن: ۱۸) کہ "ظالموں کا نہ کوئی شخص دوست ہو گا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مانی جائے۔" شفاعت قہری کے خوب ساختہ اور گمراہ کن تصور کے مقابلے میں یہ شفاعت ہے کہ اللہ کی اجازت سے ہو گی۔ نیز اس کی مشاء کے مطابق ہو گی۔ یہ نہ تو کسی حق کو باطل ثابت کرے گی اور نہ کسی باطل کو حق بلکہ ٹھیک ٹھیک عدل و انصاف اور حق کے مطابق ہو گی۔ لہذا یہ بندے کا اعتقاد اپنے خالق و

مالک پر جانے والی اور توحید کے خاصوں کے ہیں مطابق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شفاعت کے لئے گنجائش رکھی ہے اور اس سے وہ اپنے ان بندوں کو نوازے گا جن کو چاہے گا۔

لیکن افسوس کہ تاریخ کے ہر دور میں انسانیت کی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کی واضح ہدایات اور اس کے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے مطابق رب کریم کی بندگی اختیار کرنے کے بجائے ان کو پس پشت ڈال دیا اور دنیا کی زندگی میں اپنے آپ کو ہر پابندی سے آزاد سمجھتے ہوئے گمراہی کی روش اختیار کی۔ اپنی مرضی سے انہی انبیاء علیہم السلام اور اللہ کے دوسرے نیک بندوں، فرشتوں اور اپنے مزمعہ بزرگوں اور ولیوں کو اللہ کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں شریک سمجھ کر ان کی شفاعت کے بارے میں یہ تصور قائم کیا کہ وہ ان سے نسل یا یو جا پاٹ کے تعلق کی وجہ سے جھوٹ جائیں گے یا یہ ان کو اللہ کی پکڑ سے چھڑالیں گے۔ بد قسمتی سے آج اس آخری امت کی عظیم اکثریت کا بھی کم و بیش یہی حال ہے۔ اس نے بھی ایمان و عقیدے کے ہکا میں مبتلا ہو کر اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق میں سے اپنے وانا اور مستگیر، مشکل کنہ اور حاجت روا، غریب و امیر، نواز اور ٹوٹ الا عظم تراش لئے ہیں جن کے ساتھ جلد مراسم عبودیت کی دیگر اشکال کو ہر وار کھٹے کے علاوہ گزشتہ مشرک اور گمراہ اقوام کی طرح اس تعلق سے شفاعت قمری کا عقیدہ بھی اس امت کے اندر اسی رنگ میں اور اسی شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اس امت کی اکثریت بھی قرآن و حدیث کی تعلیمات کے برعکس اپنے شرکیہ عقائد اور اعمال کے علمی اثر غم میں رکھتی ہے کہ محض نبی ﷺ کے امتی ہونے کی وجہ سے یہ جنت میں چلے جائیں گے یا نبی علیہ السلام ضرور ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس طرح یہ اپنے فطری واناؤں اور سنگینوں، مشکل کنہوں اور حاجت رواؤں کے بارے میں بھی گمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں قابل گمان کو چھڑالیں گے اور اپنے ساتھ جنت میں لجائیں گے۔ بلکہ ان کے بغیر خود بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ (الاعانۃ)

قرآن و حدیث اس باطل تصور کے خلاف جس طرح تہذیب کر رہے ہیں اور شفاعت کا جو صحیح تصور پیش کرتے ہیں، اس کی کچھ مزید تفصیل درج ذیل ہے:-

مشرکین کے سفارشچی ان سے گم ہو جائیں گے۔ جو لوگ دنیا میں اپنے مزمعہ بزرگوں کی سفارش پر بھروسہ کر کے اللہ کے پاس کے ان عبود محض بندوں کے نام کی نذر و نیاز کر کے اور تمہیں اور چڑھاوت و سہ کر خوش اور مطمئن ہیں، ان بد نصیبوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا "لو اب تم ویسے ہی تمہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ آکھلا پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے دنیا میں تمہیں دیا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، وما نوری معکم شفعا، کم الذین زعمتم انہم شرکوا لقد فقص بینکم واصل عنکم ما کنتم تزعمون۔" اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشچیوں کو بھی نہیں رکھتے، جن کے بارے میں تم یہ گمان رکھتے تھے کہ تمہارے کام نہانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے۔ تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور وہ تم سے گم ہو گئے جن کے زعم باطل میں تم مبتلا تھے" (الانعام: ۹۳)

قیامت کے دن مشرکین کا اعتراف حقیقت: سورۃ الاعراف میں اللہ فرماتا ہے کہ "کیا یہ لوگ اس کے

علاوہ کسی اور چیز کے وقوع پذیر ہونے کے منظر میں جس کے وقوع کی یہ کتاب خبر دے رہی ہے جس دن وہ انجام سامنے آئے گا تو وہی لوگ جنہوں نے پہلے اسے ٹکرائی اور کیا تھا۔ کہیں گے، قد جاعت رسل ربنا والحق قہل لنا عن شفعا فیشفعوا بنا اوتود فنعمل غیر الذی کنا نعمل قد خسروا انفسہم وصل عنہم ما کانوا یفترونہم۔ "بیشک ہمارے پروردگار کے رسول حق لیکر آئے تھے، تو کیا اب ہمارے کوئی سفارشی میں جو ہماری سفارش کریں؟ یا ہم (دنیا میں) پھر لوٹنا دیکھتے تھے تاکہ جو اعمال (بد) ہم پہلے کرتے تھے ان کے برعکس (نیک) عمل کریں۔ بیشک انہوں نے اپنے آپ کو ہمارے میں ڈال دیا اور وہ سارے بھوت جیوہ (دنیا میں) باغدا کرتے تھے (آج) ان سے گم ہو گئے۔" یعنی یہ حقیقت ثابت ہوئے۔ (الاعراف: ۵۳)

سورۃ الشعراء میں ان کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ مشرکین اپنے معبودوں سے کہیں گے: قالہ ان کنا لعی صلل مبین۔ اذ نسویمکم یرب العظیمی۔ کہ "اللہ کی قسم ہم تو صحیح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے جب کہ تمہیں (داتا، دستگیر، حاجت روا، غریب افاز اور غوث جیسے القاب دیکر) رب العالمین کی برابری کا درجہ دیتے تھے۔" اور اس حقیقت اور بات پر کسی کا اعتراف کریں گے: وما اضلنا الا المعرضون۔ فما لنا من شافعیں۔ ولا صدیق حمیم۔ (الشعراء ۹۶ تا ۱۰۱) کہ "ہم کو تو (ان احبار و رہبان، مولوی اور سیر قسم کے) مجرم لوگوں نے ہی گمراہ کیا تھا۔ اب نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی جگر ملی دوست" جس کو ہماری اس حالت زار کا احساس ہو اور ہم سے اعتماد ہمدردی کرے یا ہماری مدد کرے۔

اسی طرح سورۃ الروم کی آیات (۱۳، ۱۴) کا پہلے ذکر آچکا ہے) میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن وہ لوگ، جنہوں نے دنیا میں اللہ کے بندوں کو اس کا شریک اور اللہ کے مقابلے میں اپنا سفارشی بنایا ہوگا اپنے خود ساختہ شریکوں کی شفاعت سے مانوس ہو جائیں گے اور ان کا کفر کریں گے لیکن اسی دن کے کفر اور بیزاری سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

شفاعت صرف ایمان والوں کے لئے ہوگی اور اللہ کے حکم سے: یہ بھی واضح رہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ

نے مشرکین کے لئے شفاعت یا سفارش کو بے فائدہ قرار دیا ہے وہاں یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے بندوں میں سے صرف وہی شفاعت یا سفارش کر سکیں گے جس کو اللہ سفارش کے لئے حکم یا اجازت دے گا اور وہ بھی اللہ کی مرضی کے مطابق ایماندار گنہگاروں کی مغفرت کے لئے سفارش کریں گے کہ اس کی مرضی کے برخلاف کافروں اور مشرکوں کے لئے اللہ کے ہاں کسی کا بھی یہ مقام و مرتبہ نہیں اور نہ اس کا کوئی ایسا والا ہے جو اس دن جسے چاہے جنت میں لجائے یا کسی کی بخشش کے لئے اس طرح بھل جائے کہ (نور باللہ) اللہ بھی مجبور و سبب نہیں ہو جائے۔ اس سلسلے میں قیامت کے دن کی سختی اور ہولناکی کا منظر سورۃ النہا میں کھینچا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو: یوم یقوم الروح والعنکۃ صفاء لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صواباً۔ "جس دن روح الامیں (جبریل علیہ السلام) اور فرشتے صف و صف کھڑے ہو گئے اور کوئی لب کشائی نہ کر سکیگا سوائے اس کے جس کو وہ الرحمن ذات اجازت دے اور وہ جسے بھی ٹھیک بات۔" (النہا: ۳۸) اس مضمون کی متعدد آیات قرآن کی مختلف سورہوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں: توکم من ملک فی السموات لا یغنی شفاعتہم شیئاً الا من بعد ان ینادی اللہ لمن یشاء ویرخصی "اور آسمانوں میں کتنے فرشتے جن کی

سٹارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کے لئے چاہے اس کی اجازت دے اور پسند کرے۔" (التجم: ۳۶) یوم یات لا تکلم نفس الا باذنه: "جب وہ (قیامت کا) دن آئیگا تو کسی کی مثال نہ ہوگی کہ اللہ کی اجازت کے بغیر بات کر سکے۔" (حدود: ۱۰۵) سورہ طہ میں اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں اپنے ہاں کسی کے اثر و رسوخ کی اس طرح نفی فرماتا ہے یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا۔ "اس روز (کسی کی) شفاعت کام نہ آسکتی سوائے اس کی جس کو وہ الرحمن ہستی اجازت بخشے اور اس کی بات کو پسند فرمائے" (طہ: ۱۰۵) اور سورہ یونس میں تو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمادیا ہے کہ تم اپنے رب کو مجبور اور بے بس ہستی نہ سمجھو بلکہ اس کی عظمت و شان کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے سامنے جھک جاؤ۔ فرمایا: صامی شفیع الا من بعد اذنه ذلکم اللہ ربکم فاعبدوه افلا تذکرون۔ "کوئی شفاعت نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بغیر، وہی اللہ تمہارا پالنا ہے، پس تم اسی کی بندگی کرو۔ پھر کیا تم غور نہ کرو گے۔" (یونس: ۳)

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے تو یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اللہ کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا۔ اب آئے دیکھیں کہ نبی علیہ السلام کی احادیث اس سلسلے میں کیا رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ شفاعت کس کے حق میں ہو سکتی اور کس کے حق میں نہیں؟ تاکہ یہ نہ ہو کہ اہل ایمان اس بھروسے پر صلح عمل کرنا پھوڑ دیں اور سمجھیں کہ چونکہ ہم نے ایمان قبول کر لیا ہے۔ اور ہم امت محمدیہ میں شامل ہو گئے ہیں، اس لئے اب ہم جو چاہیں کرتے پھریں، ہرگز نہیں! بلکہ نبی ﷺ نے اس سلسلے میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو جس طرح تنبیہ فرمائی وہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔

(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب سورۃ الشعراء کی یہ آیت نازل ہوئی: وانذر عشیرتک الاقربین۔ "تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ" (آیت نمبر ۲۱۳) تو نبی علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور فرمایا "اے گروہ قریش! تم لوگ (ایمان اور نیک اعمال کے ذریعے) اپنی چانیں بچاؤ۔ میں اللہ کے ہاں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا (یعنی اللہ کی مرضی کے خلاف میرا کوئی اختیار نہیں ہوگا)۔ اے نبی عبد مناف! میں اللہ کے ہاں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔" اے عباس رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب! میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آسکتا" اور اے میری پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے ہاں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔" اے میری بیٹی فاطمہ! "میرے مال میں سے یہاں جو کچھ تم چاہو مانگ لو مگر میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔" (صحیح بخاری، کتاب الوصایا)

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کا زیادہ حدار کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ میں سمجھ چکا تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے یہ بات کوئی نہیں پوچھے گا کیونکہ تم کو میری حدیث سننے کا سب سے زیادہ شوق ہے۔ (سن لو کہ) سب سے زیادہ میری شفاعت کا حدار وہ ہوگا جس نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

قرآن وحدیث کی تعلیمات اس سلسلے میں بالکل واضح ہیں۔ محض زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ ادا کر دینے یا اس کا ورد کرنے سے حق ادا نہیں ہوتا اور نہ اس طرح اس کو پڑھنے والے شفاعت کے حدار ہونگے بلکہ یہ کلمہ ایک حمد اور اقرار ہے اور اعلان ہے اس بات کا کہ اللہ وحدہ لا شریک کے علاوہ کوئی الہ نہیں اس کے علاوہ کوئی واناود مستغیر نہیں، کوئی مشکل کشا اور حاجت روا

تھے۔ اسی نسبت اور سند جو ان کی وجہ سے امت کی اکثریت نے اسے اپنایا ہے۔ شخصیات کے ساتھ غیر ضروری عقیدت و محبت اور وابستگی کا "حق" تمام مسالک بالخصوص حنبلیہ اور مسلک اہلحدیث نے ادا کیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ احمد بن حنبل کے مذکورہ عقیدہ کی تائید میں قرآن و حدیث میں عدم دلیل کے علی الرغم منکر اور موضوع روایات کے ذریعہ اس کا اثبات کیا جاتا رہا ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان منکر اور موضوع روایات کی صحت پر بھی اصرار کیا جا رہا ہے۔ احمد بن حنبل کے عقیدہ کی تائید میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

حتى يبتها الي السماء الدنيا..... قال تعالى روحه في جسده لياتيها..... لم يها الي الجنة (مسند احمد ص ۲۸ جلد ۴)

ترجمہ۔ (مومن کی روح نکال کر فرشتے آسمان کی طرف جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں تو اس روح کیلئے دروازے کھلواتے ہیں جو کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اس آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کے جلوس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کے اعمال ثلے کو ملین میں لکھ دو اور اس کو زمین میں واپس لوٹا دو کیونکہ اس کو میں نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ مٹی میں لوٹا دو گا اور پھر مٹی ہی سے اس کو دوسری بار پیدا کروں گا۔ پس اس کی روح اس کے جسد میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اور دو فرشتے آتے ہیں۔ اور اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے وہ کہتے ہیں تمہارا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہارے درمیان بھیجا گیا تھا وہ جواب دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ تم نے کیسے جانا جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا اور اس پر ایمان لیا اور اس کی تصدیق کی۔ اس وقت آسمان سے ندا آتی ہے میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لئے جنت پر فرش بچھا دو اور جنت کے لباس اس کو پہنا دو اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ اس روایت کی سند ملاحظہ ہو۔

"حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا ابو معاوية قال ثنا عن الاعشى عن سفيان بن عمار عن عمرو بن عثمان عن ابي عبد الله"

برام بن عازب سے منسوب یہ روایت زاذان بیان کرتا ہے جسے منہال بن عمرو نے روایت کیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ منہال بن عمرو اور زاذان کے حالات سے آگاہ ہو لیکن مناسب ہو گا کہ قرآن کی محکم آیات کے مقابلے میں پیش کی جانے والی اس روایت کی حیثیت پہلے ذہنی ہی کی الفاظ میں پیش کر دی جائے۔ لہذا یہی اپنی کتاب "میرا اعلام النبلاء" میں منہال بن عمرو کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

قلت حدثني شاذان القبر بطوليه عن ابي عبد الله عن عمرو بن عثمان عن ابي عبد الله

ترجمہ۔ "میں کہتا ہوں کہ منہال بن عمرو کی قبر کے معاملہ کے متعلق طویل حدیث میں فراغت اور نکارت پائی جاتی ہے جس کو کہ یہ روایت کرتا ہے زاذان سے اور وہ برام بن عازب سے۔"

ذہبی کی جرح سے اس روایت کی حیثیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ تف ہے ان قصص پرستوں پر جو قرآن و حدیث کے خلاف عقیدہ کے دفاع کیلئے ایسے بودے مساروں پر انحصار کرتے ہیں۔ اب ذرا دیکھیں کہ ان راویوں کے بارے میں ماہرین رجال کی آراء کیا تھے۔

منہال بن عمرو۔ ابو عمرو منہال بن عمرو الکوفی۔

○۔۔۔ شعبہ نے منہال بن عمرو کو عمداً ترک کر دیا اس لئے کہ انہوں نے ان کے گھر سے گالے کی آواز سنی تھی۔

○۔۔۔ حاکم کہتے ہیں کہ منہال بن عمرو کی حیثیت یحییٰ بن سعید گراتے تھے۔

۱۔ احمد بن حنبل فرماتے ہیں "والایمان بملك الموت وبهذه الارواح ثم ترد الى الاجساد الى القبور ليستلوا من الايمان والتوحيد"

(طبقات حنبلیہ ص ۳۳۳ الجوز)

۲۔ ملاحظہ ہو حنبلی اللہ شمارہ نمبر ۲۶-۳۳

2

-5-

زائران

—

—

1999

152

وإن روى ما يروي به هذه الفِرقة على المذهب المختار - (نعميد المصنف في ابن حجر) -

قرارداد

کیا زاذان شیعہ تھے ؟

ڈاکٹر عثمانی نے زاذان پر شیعیت کا بھی الزام لگایا ہے اور ہم نے الدین الخالص پہلی قسط میں ثابت کیا تھا کہ ان پر شیعیت کا الزام ثابت نہیں ہے، کیونکہ کسی ایک محدث نے بھی ان پر شیعیت کا الزام نہیں لگایا، البتہ صرف حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریباً تہذیب میں یہ بات کہی ہے۔ اور اہل حافظ موصوف کی یہ عادت ہے کہ وہ تقریباً ہر بات ائمہ کے ساتھ لکھتے ہیں اس کی وجہ سے وہ تہذیب التہذیب میں اسماء الرجال کے اماموں کے اقوال کے ساتھ لکھتے ہیں، مگر یہاں ایسا نہیں ہے یعنی انہوں نے شیعہ کی کوئی بھی وضاحت تہذیب التہذیب میں نہیں کی جس کا صاف لفظوں میں مطلب یہ ہوا کہ یہاں حافظ صاحب سے بہرہ ہو گیا ہے،

(فتاویٰ الدین الخالص قسط ۴ ص ۸۳)

اس شمار فرمائی کا قیام یہ ہوا کہ زاذان کی شیعیت ثابت نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ ابن حجر عسقلانی کے علاوہ کسی ایک محدث نے بھی ان پر شیعیت کا الزام نہیں لگایا۔ لہذا ابن حجر کا "تہذیب" "گونا گوں کی بعضی ہے۔ اور ان کی عبادت سے سی ان کی یہ صاف ثابت ہو جاتی ہے۔

و قال أبو بشر الدولة :

عزماً من شيعة علي (بالجملة معصية) ١٢ / الورقة ٣١ قال شارح قد أخرج له الشيعة في كتبهم من رواية عطاء بن سائب عند (أنظر الكافي في القضاء والأحكام) : ٤٦ باب : النواحر ١٩ حديث رقم ١٢ : والتعذيب سائب من الزبانات في القضاء والأحكام : حديث رقم ٨٠٤ (فتاویٰ تہذیب التہذیب الکمال ص ۳۶ ج ۱)

ترجمہ ابو بشر الدولی (المستوفی ۳۱۰ھ) کہتے ہیں کہ زاذان فارسی النسل اور شیخان علی میں سے تھا۔ (الکامل - عسقلانی ۳ / الورقة ۳۱) شارح (ڈاکٹر بشار عواد معروف) کہتے ہیں کہ شیعوں نے اپنی کتابوں میں زاذان کی روایات عطاء بن سائب کے واسطے سے درج ہیں۔ (اس کے لئے ملاحظہ کیجئے الکافی فی القضاء والأحكام : ۴۶ باب النواحر : ۱۹ حديث رقم ۱۲) (تہذیب التہذیب : باب الزبانات فی القضاء والأحكام : حديث رقم ۸۰۴)۔

ابو بشر الدولی کی زاذان کے متعلق اس رائے کے بعد زاذان کا بیان کر دوں، واقعہ بھی ملاحظہ ہو جو ان کی شیعیت کو واضح کرتا ہے جس کا حوالہ ڈاکٹر بشار عواد معروف نے دیا ہے۔

عن عبدالله بن أبي شيبة، عن حماد بن عطاء بن السائب، عن زاذان قال : استودع رجلاً امرأة وديعة وقال لها : لا تعديها إلى واحد منها حتى يجمع عندك ثم اطلقا ففارا ففارا أخذها إليها فقال : أعطيني وديعتي فإن صاحبي قد مات فأتته حتى كثر اختلافه ثم أعطته، ثم جاء الآخر فقال : هاتي وديعتي، فقالت : أخذها صاحبك وذكرا فأتته ففدت فارتفعوا إلى عمر فقال لها عمر : ما أدراك إلا وقد ضمنت، فقالت المرأة : أحمل علياً شيخاً

یعنی وبعثہ ، فقال عمر : افس بینهما ، فقال علیؑ : ہمدہ الودیعة عندی (۱۶) وقد
أمرنا بها أن لا تدفعها إلى واحد منكما حتى تجمعا عندنا فلقم صاحباً فلقم
وقال : یا تمہ اؤلاد ان ینہما بحال المرأۃ ۱ تہ الکافی ص ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲

ترجمہ۔ زاذان کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک عورت کے پاس ایک امانت رکھوائی اور اس سے کہا کہ جب تک ہم دونوں خیرے پاس نہ
آئیں واپس نہ کرنا یہ کہہ کر وہ دونوں چلے گئے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی اس عورت کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ساٹھی مرچکا ہے لہذا میری
امانت واپس کر دو عورت نے انکار کیا تو ان کے درمیان کافی اختلاف پیدا ہوا آخر کار عورت نے اس شخص کو امانت واپس کر دی۔ اس کے
بعد دوسرا شخص اس عورت کے پاس آکر اپنی امانت کا قصداً کرنے لگا تو عورت نے کہا کہ تمرا ساٹھی امانت لے جا چکا ہے اور اس نے بتایا تھا
کہ تو مرچکا ہے۔ پھر وہ دونوں عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچے عمر (رضی اللہ عنہ) نے عورت سے کہا اس کی شخص تو ذمہ دار ہے۔ عورت
نے کہا کہ اس شخص اور میرے درمیان علی علیہ السلام کو منصف مقرر کرو بیٹے۔ عمر نے علی سے کہا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دو علیؑ
نے کہا کہ میرے نزدیک یہ امانت ہے۔ تم دونوں نے یہ حکم دیا تھا کہ یہ امانت تم سے کسی ایک کو واپس نہ کی جائے یہاں تک کہ تم دونوں
اکٹھے ہو جاؤ۔ پس تم جاؤ اپنے ساتھی کو میرے پاس لیکر تو پس علیؑ نے عورت کو ذمہ دار قرار نہ دیا اور کہا ان دونوں آدمیوں نے یہ چاہا تھا کہ
وہ اس عورت کا مال غصب کر لیں۔ (الکافی صفحہ ۳۲۸-۳۲۹ ج ۲، تعقیب الاحکام صفحہ ۶۲۳۹۰)

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بیان کر کے زاذان نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے تدبیر و محقق کی تنقیص اور علی رضی اللہ عنہ کی
تفہیل کا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی یہ جہارت شیعہ ہی کا نتیجہ ہے۔ ابو بکر المدظللی اور ابن حجر
کی زاذان کے متعلق شیعہ کی وضاحت سے یہ بات قطعا ثابت ہوتی ہے کہ ان کی زاذان کے بارے میں یہ رائے حتمی ہے نہ کہ سمویا فرو
گذاشت۔

عود ورج کی زیر بحث روایت کے اثبات کیلئے فنی ذہن داری کا ایک اور مظاہر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

فاسد عقیدہ کی تائید میں روایت

موصوف کو زاذان کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر مستطانی کی کتاب شہرج خبیرہ الفکر سے
ایک اصول ایسا لاتھا گیا ہے جس پر وہ ”دعوی الہی“ کی طرح ایمان لایٹھتے ہیں لہذا دینہ کو اسی
اصول کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ ایسا راوی جو اپنے فاسد عقیدہ
کی تائید میں روایت لائے رد کر دیا جائے مگر اس کے بعد یہ جہارت بھی کہی ہوئی ہے
کہ اس اصول کی صراحت ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی کی ہے جسے موصوف نے
نظر انداز کر دیا، یہ اصول دراصل سب سے پہلے ابواسحاق الجوزجانی نے پیش کیا تھا۔ جس کی
صراحت ابن حجر نے کی ہے۔ ابواسحاق الجوزجانی نامی (فارابی) تھے۔ اور حضرت علیؑ پر
میلے کیا کرتے تھے اور ان کی طبیعت میں حضرت علیؑ سے انحراف پایا جاتا تھا، اور ابواسحاق الجوز
جانی کے بعد ابن قتیبہ نے اس اصول کو پیش کیا ہے مگر وہ محدث نہ تھے، اس لئے اس اصول

کو اصول حدیث کا فیصلہ بتانا موضوع ہندی کا کمال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ اتفاق اصول نہیں ہے بلکہ ابن حجر مقلانی کو اس مقام پر فرد گزاشت ہوئی ہے۔

(قول الدین الخالص قسط ص ۸۸-۸۹)

مغایہ آخری کے اس انداز اور مذہبی و مسلکی عصیت پر مبنی اس طرز تحریر سے عیاں ہے کہ یہ تجمہ محض باطل عقائد کے دفاع اور گمراہ کن افکار و نظریات کی تائید اور حمایت کا ہی شاخصانہ ہے۔ اصول بہر حال اصول ہے۔ کسی مسلک پرست کے انکار یا تنقید سے اصول کی صحت پر کوئی اثر واقع نہیں ہوتا جبکہ زیر بحث اصول (اگر کوئی بدعتی اپنی بدعت کی تائید میں روایت لائے تو وہ رد کوئی جائے گی) کے متعلق یہ دعویٰ بھی قطعاً غلط بلکہ مردود ہے کہ یہ اصول صرف ابو اسحاق جوزجانی، ابن عقیہ اور ابن حجر مبنی پر انحصار کرتا ہے۔ اس اصول کی تائید میں آئمہ فہم امام نووی اور سیوطی کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

وأما المبتدع لما لا يكفر : فقد اختار مالك وابن المبارك رد رواية الرافضة ، ومن يسب الصحابة والسلف الصالح ، ومن كان مبتدعاً يدعو الناس إلى بدعته ، ومن عدا هؤلاء ، فإننا نقبل روايتهم في غير ما يوافق بدعتهم .

فأما إذا ماروا ما يوافق بدعتهم فلا نقبله ، وعصية النووي والسيوطي . قال أبو إسحاق إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني شيخ أبي داود والنسائي : ومن الرواة من هو زاتع عن الحق أبي السنة ، ولكنه صادق اللهجة فليس فيه حيلة ، إلا أن يتخذ من حديثه ما لا يكون منكراً إذا لم يقو به بدعته . قال ابن حجر : وما قاله أبو إسحاق من جهة لأن العدالة التي رد لأجلها حديث الداعية واردة فيما إذا كان ظاهر المروي يوافق مذهب المبتدع ، ولو لم يكن داعية . (قول المصباح في اصول الحديث ص ۱۳۳ السيد قاسم انجم جانی)

ترجمہ۔ "اور ایسا بدعتی راوی جس کی بدعت کفر تک نہیں پہنچتی ہوں امام مالک اور ابن مبارک نے رافضہ اور وہ لوگ جو صحابہ و سلف صالحین پر طعن و فتنہ کرتے ہیں اور جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتے ہیں ان کی روایات کو رد کیا ہے۔ اور جو اس کے علاوہ ہیں تو ہم انکی روایتوں کو اس صورت میں قبول کرتے ہیں جبکہ وہ ان کی بدعت کی تائید میں نہ ہوں۔ بہر حال جب روایت اپنی بدعت کی تائید میں روایتیں لائیں تو ہم ان میں قبول نہیں کرتے۔ اور اس اصول کو امام نووی اور سیوطی نے درست قرار دیا ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی استاد ابو داؤد اور نسائی کہتے ہیں کہ بعض راوی حق یعنی سنت سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں لیکن صادق اللہجہ ہوتے ہیں پس جو حدیث انکی منکر نہ ہو اس کو قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں جبکہ وہ انکی بدعت کی تائید نہ کرتی ہو۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ جو کچھ ابو اسحاق نے کہا ہے وہ واقعی قابل توجہ ہے۔ کیونکہ طعن جس کے جب سے داعی بدعت کی حدیث رد کی جاتی ہے وہ اس وقت آتی ہے جب کہ روایت کا ظاہر بدعتی کے مذہب کے موافق ہو چاہے وہ اس کا داعی نہ ہو۔" (منہجۃ العکبر)

الدین الخالص کے مصنف نے اس اصول کو غلط ثابت کرنے کیلئے جو ہر وہ سرائی کی ہے وہ "المصباح فی اصول الحدیث" کے پیش کردہ حوالے سے ہی غلط ثابت ہو گئی۔ اس حوالے پر تعلیق کے طور پر اتنا اضافہ مفید ہو گا کہ ابو اسحاق جو زجاجی "ابن حنیبلہ" ابن حجر "تہذیب" اور سیوطی ہی نے اس پر صراحتیں کیا ہے بلکہ آئمہ فہم کے جم غفیر نے اس کی تائید اور تصویب کی ہے۔ نکتہ انگیزی کے شمار شروعات اور علوم الحدیث کے موضوع پر تحریر کی جانے والی کتابیں اس کے لئے ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ علاوہ ازیں ابن حجر اس اصول کو قابل توجہ قرار دیتے ہوئے علوم اہل سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ بنا بریں امکیاں حجر کی فروگزاشت کس طرح سے قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس اصول کے رد کیلئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ "اس کی صراحت سب سے پہلے ابو اسحاق جو زجاجی نے کی ہے اور ان میں نصب ہے" یہ بات بھی انتہائی درجہ کی مفید ہے کیونکہ آئمہ فہم کے جم غفیر نے اس اصول کو درست قرار دیکر قبول کر لیا ہے۔ جو زجاجی کے نصب کو اس اصول کے رد کیلئے جواز بنا انتہائی درجہ کی ہٹ دھرمی بلکہ قریب کاری ہے۔ مزید برآں ان کے نصب یا بدعت سے اس اصول حدیث کی صحت پر کیا اثر واقع ہوتا ہے جبکہ اس اصول کا بنیادی مقصد احادیث کو بدعت اور فاسد نظریات کی آمیزش سے محفوظ رکھنا ہے۔ چنانچہ اس اصول کے تحت تو خود ابو اسحاق جو زجاجی کی نصب کی تائید میں لائی جانے والے روایت بھی نامقبول قرار دی جائے گی۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حیات فی القبر کے جس باطل عقیدہ کے ذریعہ قبر پرستی کی بنیاد قرار دینا کی گئی تھی اس کے اثبات میں منکر و موضوع روایات کا انبار لگایا گیا اور پھر ان روایات کی صحت پر بھی اصرار کیا جاتا رہا۔ اسی طرح اس باطل دین کے حامل اکابرین و شخصیات کے دفاع کی کوششوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ احمد بن حنبل کے بعد ان کے متبعین ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن کثیر وغیرہ نے اپنی تصانیف و تالیفات کے ذریعہ اس کا ثوب پر چار کیا اور اب تو ہر طرف اس کی دھوم مچی ہے۔ اللہ تعالیٰ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر رحمت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے کہ انہوں نے سب سے پہلے حیات و سلامتی فی القبر کا انکار کر کے قبر پرستی کی جو کات وی۔ امام ابو حنیفہ نے ان کی پیروی کی اور قرآن و حدیث کے مطابق اپنا فیصلہ سنایا۔ پھر امام بخاریؒ نے صحیح احادیث کے ذریعہ اس باطل عقیدہ کا رد کیا۔ مگر ان کا عالم شخصیت پرستوں نے خود کو "اتخذوا الحبل و هم یصلون" اور "ما من دون اللہ" کا مصداق ثابت کر دیا اور اپنے اکابرین کے مقابلے میں قرآن و حدیث کی ایک نہ مانی۔ قرآن و حدیث کو تاویل کا نشانہ بنایا گیا تاکہ موضوع منکر روایات کی تطبیق و توفیق ہو سکے۔ حد تو یہ ہے کہ شخصیات کی دفاعی کوشش میں ام المؤمنین عائشہؓ جن کا قرآن و حدیث سمجھنے والے صحابہؓ و صحابیاتؓ میں نمایاں مقام ہے ان کو معذور قرار دے لیا۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام بخاریؒ کے معاملہ میں تو بڑا ہی عجیب و غریب رویہ اور سوتیانہ لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ

ڈاکٹر عثمانی کی ٹیم کے دوسرے ممبر امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ اور جو صوفی نے زور و شور سے

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ابن حجر عسقلانی کو الدین الخالص کے مصنف نے راجحون فی العلم قرار دیا ہے اور ان مسائل میں ان کی بات کو حرف آخر قرار دیتے ہیں (الدین الخالص ص ۳۷ قسط ۴) جبکہ زیر بحث مسئلہ میں انہوں نے ابن حجر کی تصویب کو ان کی فروگزاشت متلا کر مگو خلاصی کی کوشش کی ہے۔ باری عقل و دانش پیادہ گریست!

سنا امام ابن تیمیہ نے امام احمد کی نصرت میں جو کتاب لکھی ہے (جس کا نام الانتصار للامام احمد ہے) اس میں وہ لکھتے ہیں کہ عائشہ صدیقہؓ نے قلب بدر کے کفار کے سامع کا جو انکار کیا ہے وہ اس میں معذور ہیں کیونکہ وہ اس موقع پر موجود تھیں اور ان کو یہ ارشاد نہیں پہنچا اور وہ سب ان کی طرح معذور نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین کی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ (المفتاح الوصی ص ۱۳)

دعویٰ کیا ہے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں مگر یہ دیکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ پر اسماء ابیہا
کی کتابوں میں سخت سے سخت جرح موجود ہے۔ اور خود ڈاکٹر عثمانی کی قلم کے ایک سیرت
امام بخاریؒ ہی نے ابیہا خود بھی جرح کی ایک دو دوسرے حضرات کی جرح بھی نقل کی ہے ایسا
ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ امام ابو حنیفہؒ سے سخت ناراض ہیں اور ان کے حق میں کسی اچھی بات
کا اظہار نہیں کرتے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نقل کرتے ہیں:

(فتاویٰ الدین الخالص قسط سوم ص ۱۶۳)

اس کے بعد الدین الخالص کے مصنف نے یہ "تاریخ" انجام دیا کہ امام بخاریؒ کی کتب تاریخ سے ابو حنیفہؒ کے متعلق جرح نقل
کر دی جو انتہائی متعصبانہ انداز میں غلط بحث کی بنا پر کوشش ہے۔ راوی تعصب اور بغض و عناد کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ
مسئلہ پر متوں کی تحریروں سے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف جرح کا مواد فیکر امام بخاریؒ کی کتابوں کے حوالے سے نقل تو کر دیا مگر اس کی وضاحت
ہو اب میں تحریر شدہ فقر کے دفتر کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ مزید یہ کہ امام بخاریؒ کی کتابوں کے حوالے سے ان کے بارے میں غلط تاثر دینے کی
مذہب و فریب کارانہ کوشش کی گئی ہے۔ اس کے تردید میں جواب کے لئے خود امام بخاریؒ کا اپنا قول ہی کافی ہے جو ان کی امام ابو حنیفہؒ سے
دارائلی بلکہ بغض و عناد کے غلط تاثر کے "خاص مقصد" کے تحت پرچار کرنے کی کوشش پر پانی پھیر دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قال محمد بن ابي حاتم الباق - سعد - يسي البخاري - يقول : لا

يكون ابي حنيفة في الآخرة ، فقلت : ان بعض الناس يسمون عليك في

كتاب التواريخ ، ويقولون : فيه اعتبار الناس ، فقال : انما روا ذلك رواية

لم ينفه من عند انفسه . (توسیر اعلام النبلاء جلد ۳ ص ۲۱۳)

ترجمہ: محمد بن ابی حاتم الباق کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن مجھ سے پھڑکنے والا کوئی نہ ہو گا تو میں نے
ان سے کہا کہ بعض لوگ آپ پر علامت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی تاریخ کی کتابوں میں لوگوں کی نفی کی ہے۔ امام بخاریؒ نے جواب
دیا کہ میں نے اپنی کتابوں میں محض روایات نقل کی ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ہے۔ (میر اعلام النبلاء جلد ۳ ص ۲۱۳)

اللہ بھلا کرے امام بخاریؒ کا کہ ان کی اس وضاحت سے ہی الدین الخالص کے مصنف کے استدلال کی غارت ڈھس جاتی ہے۔

بعض کچھ قبول کا اصرار ہے کہ امام بخاریؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو مشرک کہا ہے۔ حالانکہ تاریخ الکبریٰ میں مذکور امام ابو حنیفہؒ کے
متعلق قول شدہ کے ساتھ حماد بن ابی سلیمان سے منسوب ہے۔ ابو حنیفہؒ کے نام کی صراحت کے ساتھ اس کو امام بخاریؒ سے بیان کرنے والا
ضرار بن سرہ ہے جس کے بارے میں یحییٰ ابن یحییٰ کہتے ہیں کہ اب یہ کہانی کہتے ہیں کہ جرؤک الحدیث ہے کہانی یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ
نہیں ہے "مسکین بن محمد کہتے ہیں کہ ضرار بن سرہ کو ترک کر دیا گیا ہے ابو احمد الحاکم کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک وہ یقیناً نہیں ہے ہمارے
قلبی اور ابن قانع کہتے ہیں کہ ضعیف ہے اس کے علاوہ ابن حبان و ترمذی نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ اس ضرار بن سرہ کے متعلق امام
بخاریؒ کا اپنا فیصلہ ہے کہ یہ "متروک" اور "ضعیف" ہے۔ امام ترمذی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ امام بخاریؒ ضرار بن
سرہ کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (جامع ترمذی حدیث رقم ۸۶۸۸، میزان السنن ص ۳۳۷ جلد نمبر ۲، تصنیف احمد بن محمد بن حنبلہ جلد نمبر ۳)
امام بخاریؒ خود ضرار بن سرہ کو "متروک" اور "ضعیف" قرار دیتے ہیں۔ تو یہ ممکن طرح کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاریؒ اس کے بیان کردہ
قول کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ (حاشیہ سید محمد رفیع پر ملاحظہ فرمائیں)

یہ دعویٰ بھی گزشتہ دعویٰ کی طرح بے بنیادی محض ہے۔ کتب اسامہ رجال سے معلوم ہوتا ہے کہ حسین بن علی انکراہی اثنی عشر صاحب الشافعی نے احمد بن حنبل پر طعن اور کلام کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۳۳۷ جلد ۲ تصدیق تصنیف ص ۳۹۱ جلد ۳)
حسین بن علی انکراہی امام بخاری کی طرح انسانی افعال و تقلد بالقرآن مخلوق کے قائل تھے۔ یہ احمد بن حنبل کے موقف کے خلاف تھا وہ تقلد بالقرآن مخلوق کے مسئلہ میں تشدد سے کام لیتے تھے۔ یہی وجہ سے کہ دونوں نے ایک دوسرے پر طعن کیا ہے۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ
لکن کل واحد منہما یظن علی صاحبہ یعنی وہ دونوں ایک دوسرے پر قدح و طعن کیا کرتے تھے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ احمد بن حنبل کے پرستاروں نے ان کے دفاع میں کوئی ایقیدہ فروگذار نہ کیا۔ بعض ان کی شہرت یا ظاہری وضع قطع کے اسیر ہوئے ہیں تو بعض نے ان کے عقیدہ و نظریہ کی حمایت کا "حق" ادا کیا ہے۔ حسین بن علی انکراہی کے "تہذیب فی احمد" کی ممکنہ تردید کی گئی ہے۔ حسین بن علی انکراہی کے موقف کو صحیح تسلیم کرنے والے بھی احمد بن حنبل کے دام فریب میں گرفتار ہوئے ہیں۔ الذہبی نے انکراہی کے موقف کو حق بتانے کے باوجود احمد بن حنبل کے ساتھ وابستگی کا ثبوت دیا ہے۔ (میر اعلام النبلاء ص ۸۲ جلد ۲)

احمد بن حنبل کی حمایت اور ان کے باطل عقیدہ حیات فی القبر کے اثبات کے لئے جن عالمانہ فریب کاریوں کا سہارا لیا گیا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ صحیح بخاری کی بعض احادیث کے غلط معنی کر کے ان کی من مانی تشریح کی گئی ہے کہ جس سے قرآن و حدیث کی تکذیب لازم آتی ہے۔ علاوہ ازیں امام بخاری کی الجامع الصحیح کی تالیف سے قبل کی کتب سے اخذ و استنباط کر کے ان کے متعلق غلط بیانی کے ذریعہ فریب دہی کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے "صحیح" کی تالیف سے قبل عام رواج کے مطابق صحیح اور ضعیف روایات کو مخلوط جمع کیا تھا۔ یہی وجہ سے کہ کسی نے بھی بشمول امام بخاری کے ان کی نقلی یا مجموعی صحت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ صحیح اور ضعیف روایات مخلوط جمع کرنے کے رواج کی وجہ سے اخذ اور حمل میں ایسی ہی وقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا چنانچہ اب امام بخاری کے استاد اسحاق بن راہویہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی شخص صرف صحیح احادیث کی جمع کا کام کرے تو امام بخاری نے الجامع الصحیح کی تالیف کا قصد کیا۔

"ابراہیم بن معقل النسفی يقول قال ابو عبد الله محمد بن اسمعيل البغاري كتابا عند اسمعيل بن راهويه فقال لو جمعتم كتابا مختصرا للصحیح من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لفرع فلک فلیس الاخذت جميع العلیح الصحیح۔" (مقدمہ فتح الباری ص ۵)
ترجمہ: "ابراہیم بن معقل نسفی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے بیان کیا کہ ہم لوگ ایک دن اسحاق بن راہویہ کے پاس جمع تھے انہوں نے ہم سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ تم لوگ ایک مختصر مگر صرف صحیح احادیث کی کتاب مرتب کرو۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ استاد کی یہ بات میرے دل میں جڑ پکڑ گئی تو میں نے الجامع الصحیح کی تالیف کی۔"

(مقدمہ فتح الباری تاریخ بغداد والطبقات شافعیہ)

یقینہ عیشیہ شفاعت

نے میرے بعد (دین میں) تبدیلی کی۔ (بخاری، کتاب الرقات)۔

لہذا آج وقت ہے کہ توحید خالص پر ایمان رکھنے والے شریک کے ہر انداز اور تمام قسم کی بدعات سے اپنے آپ کو بچالیں ورنہ اللہ کی مغفرت کے بچنے سے اس کے غضب اور نین علیہ السلام کی شفاعت کے بچنے سے نصرت کے مستحق ٹھہریں گے۔ اللہ اس انجام بد سے بچائے!۔ آمین!

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك افنت الموهاب (آل عمران)
اے ہمارے رب! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو پھر اس کے بعد ہمارے دلوں کو کبھی میں جھٹلاتا نہ کر دے۔
ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت بھرا دے۔ بیشک تو ہی فیاض عطیعی ہے۔

شعیب علیہ السلام

محمد آصف خان
کراچی

قرآن میں مختلف مقامات پر شعیب علیہ السلام اور انکی قوم کا تذکرہ ہوا ہے لیکن سورہ الاعراف، صود اور الشعراء میں ان کے حالات و واقعات کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ شعیب علیہ السلام کی بعثت کے سلسلے میں قرآن دو آبادیوں کا ذکر کرتا ہے جنہیں اہل مدین اور اصحاب الایکہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: **وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ** اور **وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ**۔ (الشعراء)۔ شعیب کو (رسول بنا کر) بھیجا گیا (الاعراف) صود (العنکبوت) اور دوسری جگہ فرمایا: **كُنْزُ الْمَدِينَةِ الْيَوْمَ لِلَّذِينَ آمَنُوا**۔ (الشعراء)۔ انصاف الایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا جبکہ شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟ (الشعراء)۔

تفسیر کے اندر اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اہل مدین اور اصحاب الایکہ دو الگ الگ قومیں تھیں یا ایک ہی قوم کے دو مختلف نام تھے۔ بعض محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ دو قبیلے تھے مگر ایک ہی نسل کی دو شاخیں۔ ان کے مطابق اصحاب مدین کی نسبت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدیان سے ہے جو انکی تیسری بیوی قطوراء کے بطن سے تھے قدیم دستور کے مطابق وہ آبادی جو مدیان بن ابراہیم علیہ السلام کے زیر اثر آئی وہ بنی مدیان کہلائی اور اس علاقے کا نام مدین ہو گیا۔ اصحاب مدین کی آبادی شمال تجاز سے قطیف کے جنوب تک اور وہاں سے جزیرہ نمائے سینا کے آخر تک بحر قلزم اور قلیج عقبہ کے ساحل تک پھیل گئی اور اسکا صدر مقام مدین شمر تھا۔ بنی قطوراء کی دوسری شاخ شمالی عرب میں تنہا اور تبوک کے درمیان آباد ہوئی اور ان کا صدر مقام تبوک تھا جو پرانے زمانے میں ایکہ کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن قرآن کے نفس معنوں سے پتہ چلتا ہے کہ شعیب علیہ السلام کو جس گروہ انسانی کی اصلاح کیلئے مبعوث فرمایا گیا وہ عقائد اور اعمال کی یکساں خرابیوں میں مبتلا تھا علاوہ انہیں ایکہ عربی میں بھارتی یا جنگل کو کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مدین کے قریب ایک جنگل بھی تھا اس وجہ سے یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اہل مدین ہی کو اصحاب الایکہ بھی کہا جاتا رہا ہے۔

بہر حال قرآن میں اہل مدین یا اصحاب الایکہ کے تعلق سے جو تفصیل بیان ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے اندر ایمان اور عقیدے کے بگاڑ پر مبنی بنیادی خرابی کے علاوہ تجارتی لین دین میں بددیانتی اور دوسروں کے مال اور حقوق پر دست درازی کی خرابیاں بہت ہی نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں جسکی وجہ سے وہ معاشرہ ایک طرح کے فساد سے دوچار تھا۔ چنانچہ انہی خرابیوں کی اصلاح کیلئے شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

شعیب علیہ السلام کی دعوت

جب شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تو انکی قوم میں اعتقادی خرابیاں بہت پرستی اور شرکانہ رسوم و عقائد اللہ کی تاقربانی اور گناہ کا ارتکاب صرف چند افراد تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ پوری قوم اسی گروہ پلاکت میں گرفتار اور کفر و شرک اور اخلاقی برائیوں میں اسفود کو و سرست تھی کہ ان کو لمحہ بھر کیلئے بھی یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں صریح گمراہی اور اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی چیزیں ہیں بلکہ وہ اپنے اس رویے اور طرز عمل کو باعث فخر اور وقت کا عین تقاضا خیال کرتے تھے۔

چنانچہ شعیب علیہ السلام نے انبیاء علیہ السلام کی مشترکہ سنت کے مطابق جب سے پہلے قوم کو عقائد کی اصلاح کی دعوت دی اور کہا کہ "اے میری قوم کے لوگو! ایک اللہ کی بندگی اختیار کرو" اس وعدہ لاشریک ہستی کے علاوہ اور کوئی تمہارا الہ اور معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے میری رسالت کی صورت میں واضح دلیل اور رہنمائی آگئی ہے۔ اس لئے تم اس معیار حق پر اپنے عقائد اور اعمال کو پرکھنے کے بعد اسکے اندر پائی جانے والی خرابیوں کو دور کرو۔ غیر اللہ کی بندگی کے جو بھی انداز تم نے اختیار کر رکھے ہیں ان سے کنارہ کش ہو جاؤ اور عقائد کے اندر شرک کی صورت میں اس بنیادی خرابی نے جس حد تک تمہارے اعمال کو پرگندہ کیا ہے اور جو جو

مشترک نہ ہو مگر اور اخلاقی برائیاں، تمہارے معاشرے میں رواج پا چکی ہیں انکی اصلاح کرو۔

اہل مدین چونکہ ایک اہم تجارتی گتہ رہا ہے آپاؤ تھے اس لئے انہوں نے تجارت میں بہت ترقی کی تھی۔ لیکن عہدِ مذہبی خرابی کے ساتھ ساتھ ایسی برائیاں بھی ان کے اندر پیدا ہو گئی تھیں جو اپنے رب سے بے نیاز، تجارت پیشہ قوموں میں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ مثلاً معاملات میں دیانت اور راست بازی کا فقدان، زیادہ سے زیادہ قطع کمانے اور وسائل جمع کرنے کی دوا میں حلال و حرام یا جائز و ناجائز کی تمیز سے بے نیازی اور دوسروں کے حقوق پر بلا تامل دست و پازنی وغیرہ۔ جو درحقیقت عدل و انصاف کے تصور کے ختم ہو جانے اور اللہ تعالیٰ کے قائم یا قسط اور رب ہونے کے عقیدے پر یقین کے معدوم ہو جانے کا نتیجہ ہوتا ہے اور جس کا فساد انسانی زندگی کے ہر پہلو میں بہت گہرا اور پھر مختلف خرابیوں کے صورت میں ظاہر ہوتا ہے تجارت پیشہ قوم ہونے کی وجہ سے اہل مدین کے اندر یہ فساد ٹاپ قتل کی خیانت کی شکل میں ظاہر ہوا اور یہ ان کے پورے معاشرے میں عمل طور پر سرایت کئے ہوئے تھا۔

چنانچہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو تجارتی لین دین میں دیانتداری اور ٹاپ قتل کو پورا کرنے کی نصیحت کی اور خبردار کیا کہ معاملات میں بددیانتی اور ٹاپ قتل میں کمی کے ذریعے لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور اللہ کی بندی میں دوسروں کو شریک ٹھہرا کر اور اسکی مخلوق کے ساتھ اس طرح ظلم و زیادتی کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ جبکہ اسکی اصلاح ہو چکی ہے، یعنی تم سے پہلے اولاد آدم میں جب بھی اس طرح کی خرابیاں پیدا ہوئیں اور لوگوں نے صراطِ مستقیم سے ہٹ کر اللہ کی زمین پر فساد پھیلایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے ان کو خبردار کیا اور جب انہوں نے رسولوں کی وصیت کی پروا نہیں کی بلکہ ضد اور ہٹ و عہری کے ساتھ کفر و شرک اور فسق و فجور میں مشغول رہے تو پھر عذاب الہی نے انکا عقاب کر کے زمین کو ان سے پاک کر دیا۔ شعیب علیہ السلام نے قوم کو سنبھالنے کی کوشش کی کہ اس طرح جو نظام حقوق و عدل اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہ السلام کی رہنمائی میں انسانیت کیلئے وضع فرمایا ہے تم پھر سے اسکو اپنے عقائد کی گمراہیوں اور اخلاقی بے اعتدالیوں کے ذریعے ویران کر دیتے ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ زیادہ سنگین جرم ہے کہ اسکی زمین پر ایک طے شدہ معاملے اور پستی ہوئی بات میں پھر گتہ زید اکڑوا جائے۔ فرمایا اگر تم اپنے ایمان کے دھجے میں بچے ہو تو تمہارے لئے اسی کے اندر خیر ہے کہ تم ظلم فساد کی روش کو ترک کر کے اصلاح کی وہ روش اختیار کرو جسکی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ کبھی ان کو اس انداز سے سمجھایا کہ لوگوں کی حق تلفی کر کے زیادہ کمانے کے بجائے تمہارے لئے اللہ کا بخشا ہوا جائز منافع ہی بہتر ہے اگر تم سچے ایماندار ہو اور میرا کام بس یہ ہے کہ تمہیں نیکی و بدی کے بارے میں اچھی طرح سمجھا دوں۔ آگے تمہیں اختیار ہے چاہے مانویا نہ مانو۔ مجھے تم پر نگران بننا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔

شعیب علیہ السلام نے قوم کے سرکشوں کو انکی سرگرمیوں پر خبردار کیا جو وہ لوگوں کو اور خاص کر اہل ایمان کو ہراساں کرنے کیلئے اختیار کئے ہوئے تھے کہ ہر راستے پر رہزن بن کر بت بٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور ایمان لانے والوں کو اللہ کی راہ سے روکنے لگو اور میدھی راہ میں کبھی پیدا کرنے کے دوپے ہو جاؤ یعنی لوگوں کو ایمان اور توحید کی صراطِ مستقیم سے ہٹا کر پھر شرک کی پگڈنڈیوں اور گمراہی کے راستوں پر ڈالنے لگو۔ پھر انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلانے کہ دیکھو! ایک وقت تھا کہ جب تمہاری حیثیت ایک چھوٹے سے خانہ دان یا قبیلے کی تھی۔ اللہ نے تمہیں اپنی برکتوں سے نوازا تمہاری تعداد میں اضافہ کیا اور تم ایک قوم بن گئے۔ اسی رب نے تمہیں مادی وسائل سے بھی نوازا اور آج اسی کے کرم کی وجہ سے تم اس قدر زور آور اور خوشحال ہو۔ اسی لئے اس خالق کی نافرمانی سے بچو جس کے سامنے تم کو حساب و نثار ہے۔ اس میدانِ رب کے ان بے شمار احسانات کا یہ تقاضا ہے کہ تم اس کے ساتھ شکر گزار رہو اور یہ اختیار کمر کے اسکی نعمتوں کا حق ادا کرو۔ اس نے تمہاری ہدایت اور رہنمائی کیلئے مجھے رسالت کے منصب پر فائز فرمایا ہے اور میں اسی کے حکم سے بے کم و کاست، پوری دیانت اور امانت داری کے ساتھ تمہارے سامنے اسکی بندگی کی دعوت پیش کر رہا ہوں۔ لہذا تم اسکی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے میری اطاعت کرو اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔

میری قوم! مجھے فقط اللہ کی خوشنودی اور تمہاری خیر خواہی مطلوب ہے، اس کے علاوہ میں تم سے کسی اور چیز کا تقاضا نہیں کرتا اور نہ تم سے اس دعوت پر کوئی اجری یا معاوضہ ہی طلب کرتا ہوں بلکہ میں تو خود بھی اس رب کائنات سے اجر کا طالب اور امیدوار ہوں، جسکی بندگی

کی طرف تو بار بار ہوا اور اس پر میرا توکل اور بھروسہ ہے۔ دیکھو! اللہ کے ساتھ اسکی مخلوق کو شریک نہم کر اور ناپ تول میں کمی کے ذریعے لوگوں کے حقوق پر دست درازی کر کے اللہ کی زمین پر قساویہ پیمانہ کر د اور نہ ایسا کرنے والوں کا ساتھ دو۔ بلکہ تاریخ میں ایسے لوگوں کا جو انجام ہوا ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ میری قوم کے لوگوں آج میں تم کو خوش اور آسودہ حال دیکھ رہا ہوں لیکن تمہاری اس مقدسہ روش کی وجہ سے مجھے تمہارے اوپر اللہ کے عذاب کا ڈر ہے۔

شعیب علیہ السلام کی اس اصولی اور خیر خواہانہ دعوت کے جواب میں انکی قوم نے بھی گزشتہ اقبیاء علیہم السلام کی قوموں جیسا انداز اختیار کیا اور دعوت حق کو بھٹلانے اور اس سے اعراض کیلئے ویسے ہی اعتراضات اٹھائے اور بھانے تراشے۔ مثال کے طور پر: ۱۔ معاشرے کے عام چلن اور روایتی طرز سے ہٹ کر تمہارا یہ انداز دعوت ہمیں بہت ہی عجیب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ کسی نے تم پر ایسا جادو کر دیا ہے جس سے تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ اور تم اس طرح کی ہنگامی پانسی پاتیں کر رہے ہو۔ ۲۔ ہم تمہیں کیسے اللہ کا رسول تسلیم کریں جبکہ تم ہماری طرح ہی کے ایک بشر ہو۔ ہماری طرح زمین پر چلتے پھرتے ہو کھاتے پیتے ہو اور دوسرے انسانی ضروریات کی اہتیاں رکھتے ہو۔ کیا ہونے کیلئے ضروری تھا کہ تم فرشتے یا مافوق الفطرت خصوصیات کے حامل ہوتے اور ایسی کسی صورت کی عدم موجودگی میں ہم تو تمہیں محض ایک بھونچا آدمی سمجھتے ہیں۔

۳۔ اس کے باوجود بھی اگر تمہیں اپنے دعویٰ رسالت پر اصرار ہے تو پھر ہمارے اوپر تمہارے انکار کی وجہ سے اللہ کا عذاب آجانا چاہئے تھا۔ لہذا اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہم پر کوئی عذاب لاؤ یا آسمان کا کھڑا ہی کر دو۔

اور کبھی شعیب علیہ السلام کے ولاء کے لاکوئی جواب دیا کہ انکی دعوت کے اثرات کو ذرا کل کرنے کے لئے اس طرح کوشش کی گئی۔ اسے شعیب! تمہاری صلوة کی پابندی اور بنداری سے ہم تمہیں ایک پیچیدہ اور بھلا آدمی سمجھتے تھے اور یہ توقع رکھتے تھے کہ تم باپ دادا اور قوم کا نام روشن کرو گے لیکن تم نے ہماری توقع کے برعکس ہمارے ماضی اور حال کے معیارات کو الٹ کر رکھ دیا۔ تم نے نہ صرف باپ دادا اور قوم کے اکابرین کے طریقے کو بھوڑ دیا ہے بلکہ اللہ ان پر تنقید کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیا تمہاری نفاذ تمہیں یہی سکھاتی ہے کہ ہم اپنے ان معبودوں کی بندگی سے کنارہ کش ہو جائیں۔ شکوہ ہمارے باپ دادا پوچھتے آئے ہیں اور کیا ہم کو اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کا اختیار نہیں؟ تمہاری ان باتوں سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ تمہارے نزدیک ہمارے اگلے پچھلے سب بے وقوف اور گمراہ لوگ تھے اور بس تم ہی ایک عقلمند اور راست باز ہو۔

شعیب علیہ السلام نے اپنی دعوت کے جواب میں قوم کی طرف سے اس طنز و تحقیر اور مختلف اعتراضات کے باوجود ان کو نرمی اور ہمدردی سے سمجھانے کی کوشش جاری رکھی اور کہا کہ اسے یہ اور ان قوم اور انہیں اگر میں اپنے رب کی طرف ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے ناجائز سعائش اختیار کرنے کی توفیق احسن سے نوازا کر اچھا رزق بھی عطا فرمایا ہے تو پھر اس کے بعد میرے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اس کے برخلاف محض باپ دادا اور قوم کے اکابرین کے طریقے کی پیروی کرتے ہوئے تمہاری طرح گمراہی اور حرام خوری کی روش پر چل پڑوں اور تمہارے قومی رنگ میں رنگ جاؤں؟ میرا تم پر کوئی زور نہیں ہے میں تو بس اللہ کے حکم کے مطابق اپنی استطاعت کی حد تک اصلاح کی کوشش کرنا چاہتا ہوں اور جس بات کی تم کو دعوت دے رہا ہوں خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں۔ دیکھو! ہم کو غیر اللہ کی بندگی اور کاروبار میں بددیا حق سے روکتا ہوں تو خود بھی سختی سے اس پر کاربند ہوں۔ اور میری اس ساری سعی و جہد اور دعوت الی الحق کا دار و مدار محض اللہ کی توفیق پر ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں اپنے ہر معاملے میں رجوع کرتا ہوں۔

دوسری طرف قوم کی طرف سے جو عذاب کا مطالبہ ہو رہا تھا اس کے جواب میں ان کو سمجھایا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ میں تم پر کسی قسم کا عذاب لے سکوں یا تمہارا تم پر گمراہوں۔ یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ خود ہی مناسب موقع پر اس کا فیصلہ فرماتا ہے میرا کام تم تک یہ دعوت پہنچانا ہے اور اسی مقصد کیلئے اس نے مجھے منصب رسالت عطا کیا ہے۔ باقی وہ تمہارے حال سے باخبر اور تمہاری ایک ایک چیز کو جاننے والا ہے۔ اگر تمہارے انکار پر اسکی طرف سے ابھی کوئی عذاب نہیں آتا تو شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ تم میں سے ایک گروہ

میری رسالت پر ایمان آیا ہے اور دوسرا (اکثریتی) گروہ جو ایمان نہیں لایا اسے سخت مل رہی ہے تاکہ اس میں سے کچھ اور لوگ ایمان لے آئیں یا چران پر اتمامِ حجت ہو جائے۔ اس لئے اس موقع کو قیمت سمجھ کر اصلاحِ احوال کی طرف توجہ دیا پھر عذاب کے انتظار میں حدودِ ہمت و عمرانی پر ہٹے رہو یہاں تک کہ وہ عادل و منصف اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والی ذاتِ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔

کبھی ان کو اس طرح سمجھانے کی کوشش کی کہ میری قوم! میری دشمنی یا میرے خلاف تمہاری یہ ضد و ہمت و عمری کہیں تمہیں اس حد تک نہ پہنچا دے کہ تم بھی اس عذاب سے دوچار نہ بنو۔ جاؤ جو فرجِ محمدؐ کیلئے حکمِ اسلام کی قوموں پر آیا تھا اور قومِ اویہ کا واقعہ تو ابھی آثار ہے جو تمہارے قریب کے زمانے میں پیش آیا تھا۔ اس لئے اگر دنیا اور آخرت کی خیر چاہتے ہو تو میری بات پر کلان دھرو اور اپنے رب سے اپنے گنہوں کی معافی مانگو اپنی موجودہ روش سے باز آکر اللہ کی طرف چلو جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان اور ان سے محبت کرنے والا ہے۔

لیکن قومِ اللہ کی نافرمانی میں اس حد تک بڑھ چکی تھی اور اپنی دنیا میں اس قدر تکیں تھی کہ شعیب علیہ السلام کی ان حکمت بھری باتوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا چنانچہ کبھی وہ مذاق کے انداز میں شعیب علیہ السلام سے کہتے کہ اے شعیب! تمہاری زیادہ تر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں کیوں کہ یہ آج کے دور کے معیار پر پوری نہ اترنے والی اور از کار اور نامعقول قسم کی باتیں ہیں۔ دنیا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر ان میں فائدہ کی کوئی بات ہوتی تو ہم سے بڑھ کر ان کو سمجھنے والا کون ہو تا؟ اور کبھی دھمکی آمیز طریقے پر شعیب علیہ السلام کو مخاطب کرتے اور کہتے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہمارے درمیان ایک معمولی اور بے فائدہ قسم کے آدمی ہو تمہیں ہم پر کسی قسم کی کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں۔ بلکہ ہم تمہاری ان گستاخیوں کو تمہارے قبیلے کی وجہ سے برداشت کر رہے ہیں ورنہ اگر ہمیں تمہارے قبیلے کا لحاظ مانع نہ ہو تا تو ہم کو سزا کر دیتے۔

قوم کے اس طرزِ عمل پر شعیب علیہ السلام نے ان کو اللہ کے وقار کا احساس دلاتے ہوئے کہا کہ میری قوم! کیا میری ہمدردی تمہارے نزدیک اللہ سے بڑھ کر لحاظ و وقار کے لائق ہے کہ تم نے اس کے مقابلے میں اللہ کو نظر انداز کر دیا۔ یاد رکھو! تم اپنے خالق و مالک اور اس مہربان رب کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو جسکی قدرت اور جس کے مواخذے سے تم باہر نہیں ہو۔ وہ اگر تمہاری اس جسارت پر گرفت کرنا چاہے تو اس کے مقابلے میں کوئی نہیں جو تم کو بچا سکے۔ تم نے اسکی ڈھیل سے لفظِ اندازہ لگایا ہے۔ بہر حال تم اس زعمِ باطل میں جو چاہو کرتے رہو۔ میں تمہاری ان دھمکیوں کے باوجود بندگی رب اور اسکی دعوت کے اس طریقے پر قائم رہوں گا لیکن جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون خلافِ حق اور بھٹکا ہے اور کس پر زلت ناک عذاب آتا ہے۔ تم اللہ کی پکڑ میں اٹکیاؤ کی روش پر سے رہو! ہم بھی اسکی تائید اور نصرت کا انتظار کرتے ہیں مگر یہ ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائیگا۔

غرض شعیب علیہ السلام کی قوم نے مختلف طریقوں سے اپنے اس بے خیر خواہی کی دعوتِ الٰہی کو روکنے اور ناکام بنانے کی پوری کوشش کی، کبھی شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بطورِ تمغیر کا نشان بنایا۔ کبھی مختلف قسم کے انتہا پسند افکارِ بات کو ابھرانے اور لوگوں کو ان سے برکت نہ کرنے کی کوشش کی، کبھی ان کو قوی مفاد اور باپ و داد کے طریقے کی اہمیت اور ان کے وقار کا احساس دلا کر دعوتِ حق سے باز رہنے کی تلقین کی اور کبھی ڈرایا دھمکایا۔ لیکن شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھی ہر طرح کے نامساعد حالات کو انگیز کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں پوری استقامت کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں تو قوم کے سرداروں نے جو اللہ کے مقابلے میں اپنی بڑائی کے زعمِ باطل میں مبتلا اور انگلیاؤنی لادری کی روش پر کامزن تھے، شعیب علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو آخری دھمکی دی اور کہا کہ بہت ہو چکی تمہاری یہ دعوت و تبلیغ اور بہت کچھ سن چکے ہیں ہم اپنے اور اپنے ایمانداروں کے خلاف اب اس کے بعد مزید کوئی گستاخی ہم برداشت نہیں کریں گے لہذا قوم کی وسیع تر مفاد کا یہ تقاضا ہے کہ باپ و داد کے طریقے کے خلاف دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ اب بند کر دیا جائے۔ بلکہ تمہارا ہمارے ساتھ رجحان ایک ہی صورت میں ممکن ہے کہ تم اس دعوت سے کنارہ کش ہو کر دوبارہ باپ و داد کے دین یعنی ہماری ملت میں آجاؤ ورنہ ہم تم سب کو اپنی ہمتی سے نکال پھر کریں گے۔ اس موقع پر شعیب علیہ السلام نے اسکی دھمکی کی پروا کئے بغیر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی

طرف سے ایمان باللہ کے سلسلے میں اپنے غیر متزلزل یقین اور عزم کا اعلان کرتے ہوئے ملت بکھرے انتہائی بیزاری کا اظہار کیا اور قوم کے سرداروں سے بڑا کہا کہ تم ہم کو بستی سے نکال سکتے ہو لیکن ہماری مرضی اور ارادے کے خلاف ہمیں اپنی ملت میں لوٹنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اس ملت کفر کو اللہ پر جھوٹ باندھنے سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اللہ کے خلاف جھوٹ کھڑے والے ہو گئے اگر تمہاری دھمکی سے ڈر کر تمہارے طریقے پر واپس آجائیں۔ جب اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اس لعنت سے نجات دی ہے تو اب ہمارے لئے اللہ کی بندگی کی راہ کو چھوڑ کر تمہاری ملت کی طرف پلٹنا کسی طرح بھی ممکن نہیں اور نہ ہمارا کوئی ارادہ ہے 'موائے اسکے کہ اللہ کی مشیت ہی ایسی ہے جو ہر چیز پر غالب ہے۔ اسکی آناکٹوں پر پورا اترتا تو اسی کی عطا کردہ توفیق پر منحصر ہے۔ یہ صرف اسی کو معلوم ہے کہ کس کے لئے کیا مقرر ہے اور کون کس انجام سے دوچار ہونے والا ہے۔ اللہ ہی پر ہمارا توکل اور بحروسہ ہے' اسی نے اس راہ کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور اسی سے ہم ہر شے کی امید رکھتے ہیں لہذا ہماری دعا ہے۔

رَبَّنَا اصْرِفْ مِنَّا ذَٰلِكَ الْقَوْمَ الَّذِیْ هُمْ یُکْفِرُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ یَحْسَبُونَ أَنَّہُمْ مُّسْلِمُونَ (الاحزاب: ۸۶)

"اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے وہ میان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو ہر فیصلہ فرمانے والا ہے۔"

قوم کے سرداروں نے ایک طرف شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو مذکورہ بالا دھمکی دی اور دوسری طرف شعیب علیہ السلام کی طرف سے اس فیصلہ کن اور دو ٹوک جواب کے بعد اپنی دھمکی پر عملدرآمد کیلئے قوم کو شعیب علیہ السلام کے سلسلے میں یکجا ہونے اور یکساں موقف اختیار کرنے کیلئے ابھارا اور کہا کہ یا د رکھو! اگر تم نے شعیب کی پیروی کی اور اس سے بچنا نہ چھڑایا تو تم بہت ہی خسارے میں رہو گے۔ گویا کہ اپنی قوم کو یہ باور کرا رہے ہوں کہ شعیب ہیں باپ و دادا کے طریقے سے نکال کر جس ایمان اور راست بازی کی دعوت دے رہا ہے اور جن اخلاقی اصولوں کی پابندی کرنا چاہتا ہے، اگر ہم نے مان کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیا تو ہم دنیوی طور پر تباہ ہو جائیں گے۔ اگر ہم تجارت میں ایمانداری کے ساتھ گھرے سودے کرنے لگے تو ہماری تجارت کیسے بار آور ہوگی اور ہم جو دنیا کی تجارتی شاہراہوں کے چوراہے پر بیٹھے ہیں، اگر ہم نے قافلوں کو چھوڑنا اور ان سے بے سود وصول کرنا بند کر دیا اور ہم وینڈر ارنڈ شرافت اختیار کر کے بے ضرر اور پرامن لوگ بن کر رہ گئے تو جو محاشی اور سیاسی فوائد ہمیں ان موجودہ حیثیت میں حاصل ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے اور گرد و لوار کے قوموں اور قبائل میں ہمارا وجود قائم قائم ہے وہ باقی نہ رہے گا۔

قرآن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ طرز عمل صرف شعیب علیہ السلام کی قوم اور ان کے سرداروں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر دور کی نا فہم قوموں اور ان کے سرکش سرداروں اور رنچمنداؤں نے حق کو اپنانے اور دیانت و راست روی کا انداز اختیار کرنے میں ہمیشہ ایسے ہی خطرات محسوس کئے اور اسی طرح کے خدشات کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ یہ بات آج ہماری پاکستانی قوم پر بھی اسی طرح صادق آتی ہے جس نے کبھی نہ کوئی گھبراہٹ کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ملک پاکستان عطا فرمایا تو اسکی محالہ دستور سازی میں دونوں اس بات پر بحث ہوتی رہی کہ بسم اللہ کا انگریزی ترجمہ کیا کیا جائے؟ اور "In the name of Allah" جو صحیح ترجمہ ہے، کس ضمن میں اس خدشے کا اظہار کیا گیا کہ اس سے غیر مسلم دنیا ناراض ہو جائے گی اس لئے ہمیں بسم اللہ کا ترجمہ "In the name of God" کرنا چاہئے۔ چنانچہ (یہاں تفصیل میں جانے کا موقع نہیں) ان کے مان پر ستانہ انداز نے ان کے عقائد اور اعمال کو ٹپٹ کر ڈالا اور پھر اللہ کا عذاب اس شکل میں آیا کہ قومی تزلزل کے بعد ملک کا ایک ہانڈی کٹ گیا اور اسکے بعد مختلف قسم کے خطرات ہیں جو بقیہ حصے پر مندرجہ ہیں۔ لیکن یہ قوم "قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات کی موجودگی اور ان پر ایمان کے دعوؤں کے علی الرغم" جہاں اپنے عقائد کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے محض اپنے بزرگوں اور اکابرین کی اندھی محبت و عقیدت اور اپنے اپنے گروہی و مسلکی تشہات کی وجہ سے تیار نہیں ہوتی وہاں پر اپنی اخلاقی خرابیوں کو دور کرنے کے سلسلے میں بھی اس طرح مجبور و بے بس نظر آتی ہے۔

چنانچہ سودھیں لفظی چیز کو چھوڑنے کے خلاف "اس قوم کے لیڈر" دانشور اور ماہرین ملک کی اعلیٰ شری عدالت کے فیصلے اور وضاحت کے باوجود ملکی معیشت کے تعلق سے "اسی طرح کے خطرات و خدشات کا اظہار فرما رہے ہیں۔ ظاہر ہے سودی لین دین پر جتنی واضح

الوقت نظام کا متبادل راستہ و حقیقی طور پر شخص ہونے کے باوجود ملک کیلئے انتہائی طور پر پروقاہ و فائدہ مند سعی مگر قوم کے ان رہنماؤں اور انہی کی تلاش کے دوسرے لوگوں کیلئے جنگی زندگیوں اور فحش فراوانیوں اور حرام خوردیوں کی غلامی ہو چکی ہیں 'یقیناً نقصان دہ اور خطرات سے بے ہے کیونکہ یہودی لین دین پر مبنی معیشت کو ترک کرنے سے محض ان کے مفادات پر شدید قسم کے زبردستی کا اندیشہ ہے اور یہاں ان کے مفادات ہی بد قسمتی سے قومی اور ملکی مفادات ہو کر رہ گئے ہیں۔

بہر حال شعیب علیہ السلام کے ہر طرح سمجھانے کے باوجود بھی جب انکی قوم کی اکثریت نے بات نہ مانی اور اصلاح احوال کے بجائے دعوت حق کے مقابلے میں جاہلانہ غنہ اور مٹ و مہری پر جہاد اختیار کرنے کے بعد اپنے اس خیر خواہ و فیرو اور ان کے ایماندار مہاتمیوں کے اس طرح دور پے آزار ہو گئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق اس قوم پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کیا اور شعیب علیہ السلام اور ان کے مہاتمیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا۔ **وَلَمَّا جَاءَهُمُ الرِّجْلُ نَاجُوا شُعَيْبًا وَالتُّنُفُ امْنُوا مَعَهُ رَحْمَةً مِّنَ اللَّهِ** **اَخْلَصْتُ النَّفْسَ مَلِكًا مِّنَ الصَّحَابَةِ لَمَّا جَاءَهُمُ جُنُودُ اللَّهِ** **كَانَ لَمْ يَغْنُو لَهَا طَلَا** (ہود: ۹۵) "اور جب ہمارے فیصلے کا وقت آیا (جس کے لئے وہ جلد ہی بچا رہے تھے) تو ہم نے شعیب اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ظالموں کو ایک سخت دھماکے نے اس طرح پکڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے مدد "اونڈھے پڑے کے پڑے رو گئے گویا وہ کبھی ان میں سے ہی نہ تھے۔"

کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے چاہ کن انجام کا عقوبت اس طرح کھینچا ہے: **لَلْعَذَابِ الرَّجْلُ لَمَّا جَاءَهُمُ جُنُودُ اللَّهِ** **اَخْلَصْتُ النَّفْسَ مَلِكًا مِّنَ الصَّحَابَةِ لَمَّا جَاءَهُمُ جُنُودُ اللَّهِ** **كَانَ لَمْ يَغْنُو لَهَا طَلَا** (ہود: ۹۵) "پس ان کو ایک دہلا دینے والی آفت نے آکھڑا جس سے وہ اپنے گھروں میں اونڈھے پڑے رہ گئے، بستیوں نے شعیب کو بھٹکایا وہ ایسے مٹے کہ گویا کبھی ان گھروں میں سے ہی نہ تھے۔ شعیب کے بھٹکانے والے آخر کار برپا ہو کر رعب اور شعیب ان کی بستیوں سے یہ کہہ کر نکل گیا کہ اے میری قوم! میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچانے اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب (تم ایسی) حق سے انکار کرنے والی قوم پر میں کیسے افسوس کروں؟" یعنی اُنکے باوجود بھی اگر تم حق کا انکار کر کے اپنی بربادی پر ادھار کھائے جیسے ہو تو اب میرے لئے تمہارے اس انجام پر ترس کھانے کا کیا موقع باقی رہا۔

کبھی فرمایا۔ ترجمہ "انہوں نے شعیب کو (اسکے ہر طرح سے سمجھانے کے باوجود بھٹکایا) پس ان کو سائنیاں (قیار آلو آندھن اور دھماکہ خیز طوفان) کے عذاب نے پکڑ لیا۔ بلاشبہ وہ بڑے (بہی خوفناک) اون کا عذاب تھا۔ بیشک اس میں (دنیا والوں کیلئے) عبرت ہے اور ان کی اکثریت مانتے والی نہیں تھی۔"

اس طرح یہ قوم اس المناک انجام کو پہنچی جس سے شعیب علیہ السلام اس کو ڈرایا کرتے تھے اور جس کیلئے یہ ظہورِ طور پر ان سے مطالبہ کر رہی تھی۔ چنانچہ وہ دنیا بھی اپنے بملہ مفادات اور دلفریبی و رنگینی سمیت اُنکے ہاتھ سے گئی جس کے حصول کیلئے یہ اپنے مہربان رب کی عافریانی پر کمر بستہ ہو کر اسکی پکڑ سے بے پراہ ہو گئے تھے۔ اس کے برعکس اللہ کا عذاب سے وہی خوش نصیب بچے جنہوں نے اسکی فرمایا داری میں اپنی دنیا کو داؤں پر لگایا اور دنیا والوں کے طرز و تحقیر آمیز سلوک کو محض اپنے مالک کی خوشنودی کیلئے برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو ہمارے لئے عبرت کا سامان بنائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم محض دنیا طلبی کی دوڑ میں مست ہو کر آخرت کے خسارہ سے دوچار ہو جائیں۔ آمین۔

قافلہ ہے رواں دواں

ترتیب: سلمان عبداللہ کراچی
خالد عزیز
ریپورٹر: سید
حصہ اول: دورہ حیدر آباد کشمیر

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ دین خالص کی دعوت کے مسئلے میں اسکی توفیق سے جو شیخ توحید اسکے تخلص بہندے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے بیس پچیس برس قبل کراچی کے ساحل سے روشن کی تھی اللہ ہی کی تائید و نصرت سے اسکی روشنی ملک کے طول و عرض میں دور دراز علاقوں تک پھیل رہی ہے اور چراغ سے چراغ جلانے کی اس عیارک جدوجہد میں دعوت کے ساتھی مساجد و مراکز کی صورت میں باقاعدہ ایک نظم کے ساتھ ضلع ہو کر اجتماعی طور پر یا انفرادی حیثیت میں جیسے بھی حالات ہوں حسب توفیق کوشاں و برسر کار ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ اندرون ملک و عورتی مراکز اور ان کے گرد و نواح میں مقیم سرگرم عمل ساتھیوں سے رابطہ و ملاقات کرتے اور وہاں پر تبلیغی و تربیتی اجتماعات کے ذریعے دعوتی سرگرمیوں کو مزید منظم کرنے کیلئے مرکزی و صوبائی سطح پر دوروں کے پروگرام بھی اس اجتماعی کاوش کا باقاعدہ حصہ ہیں۔

چنانچہ امیر جماعت کے مذکورہ بالا دورے کا پروگرام بھی کچھ اسی انداز سے ترتیب دیا گیا تھا کہ اس کے ذریعے ان دور دراز علاقوں میں رہنے والے راہ حق کے ساتھیوں سے ملاقات و رابطہ ہو رہے ہوں اور دعوتی سرگرمیوں ان کے مسائل اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات سے آگاہی حاصل ہو۔ مقامی و صوبائی سطح پر ان کے حل کیلئے اور دوسرے تعلیمی امور پر مشاورت کی جائے اور اسکے ساتھ ساتھ مرکزی مقامات پر ہونے والے اجتماعات میں دعوت و تبلیغ کے علاوہ نئے نئے تربیتی پروگرام بھی دیکھے جائیں تاکہ ساتھیوں میں اس اہم ترین دینی ذمہ داری سے عمدہ برآ ہونے کیلئے علمی اور عملی سطح پر تیارگی کا شعور و احساس مزید اجاگر ہو۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے ان کے اخلاق اور سیرت و کردار کے اندر پالیدگی و پختگی پیدا ہو جو دعوت کے میدان میں ان کیلئے مزید نھو معاون ثابت ہو۔

اس دورے کا آغاز صوبہ سرحد کے مرکز خوشکی پایاں سے ہوا۔ جس میں شرکت کیلئے کراچی سے دو قافلے روانہ ہوئے۔ ایک مقابلہ بڑا (چالیس افراد پر مشتمل) قافلہ کراچی کے بزرگ ساتھی شیخ محمد اکبر صاحب کی ادارت میں ۲۹ اپریل ۱۹۹۳ء کو بڑا راجہ ٹرین روانہ ہو کر ۳۰ اپریل کی شام کو خوشکی پہنچ گیا تھا۔ جبکہ دوسرا (دو دس افراد پر مشتمل) مختصر قافلہ اسی روز صلوٰۃ الفجر کے بعد امیر تنظیم کے ہمراہ کراچی کے ساتھی عبدالرزاق صاحب کی گاڑی سے روانہ ہوا اور مدت ترغذہ ضلع رحیم یار خان میں حکیم محمد رمضان صاحب امیر صوبہ پنجاب کے ہاں گزارنے کے بعد اگلے روز صبح ان کو اور مقامی ساتھی نیاز اللہ صاحب کو ساتھ لیتے ہوئے ترغذہ سے روانہ ہو کر براست ڈیرہ اسماعیل خان پہنچا۔ وہاں کوہاٹ دورہ آدم خیل اور نوشہرہ حکیم منی کی صبح خوشکی پہنچا۔ روز کے اس سفر اور پھر پورے دورے کے طویل سفر کے دوران گاڑی کی ڈرائیونگ کی ذمہ داری (جو یقیناً بہت ہی مشقت طلب اور تھکا دینے والا کام ہے) مرکزی شورنی کے رکن اور کراچی کے ساتھی محمد افضل صاحب نے بلا شرکت غیرے سنبھال رکھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں ان کی اس مشقت کو قبول فرمائے اور مزید بہت اور استقامت سے نوازے۔ آمین۔

حکیم جلالی کو جو کادان تھا۔ مسجد توحید خوشکی پایاں میں پورے دن کا پروگرام تھا۔ چنانچہ اشراقی و دانشی کے بعد طے شدہ وقت کے مطابق ٹھیک ساڑھے سات بجے اصول تجوید کی تعلیم سے اسکا آغاز ہوا۔ امیر تنظیم کے فرزند تحسین خالد صاحب نے جو اسلام آباد سے خوشکی کے پروگرام میں شرکت کیلئے آئے تھے۔ شہزادہ کو حروف حقی کے صحیح تلفظ بتائے اور تجوید کے چیدہ چیدہ اصول سمجھائے اور

پھر ان اصولوں کی روشنی میں قرأت قرآن کی مشق بھی کرائی۔ اس دوران امیر عظیم نے بھی ان کی مدد کی اور ساتھیوں کو تجویز کے اصولوں کے تحت قاری اور حافظ صحت کے ساتھ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنے کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی اور اپنے اپنے عملوں میں باہم ملکر انفرادی طور پر اس سلسلے میں بھرپور کوشش کی تلقین فرمائی۔

اس کے بعد حکیم محمد رمضان صاحب امیر صوبہ پنجاب کی تقریر ہوئی۔ ان کی تقریر کا موضوع سورۃ البقرہ کی آیت (نمبر ۲۸۳) **ان تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ تَمَتِّعُوا**

انہوں نے قرآن وحدیث کے حوالوں سے مزین نوح علیہ السلام سے لیکر آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک واہ حق میں پیش آنے والی آزمائشوں اور اہل ایمان کی قربانیوں پر محیط جذبات کو گرمادینے والے واقعات کو اختصار سے مگر بڑی جامعیت کے ساتھ پیش کیا اور ساتھیوں کو اس حوالے سے احساس دلایا کہ آج ہم نے بھی اللہ کی طرف سے اس کلمے کو قبول کیا ہے ایمان کے اقرار کے ساتھ طاغوت سے اجتناب اور اس سے برأت و بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ جس کو دنیا والوں نے کبھی غلط فہمی میں پڑوں ہواشت نہیں کیا۔ اس لئے ہمیں مسل انگاری کی روش کو ترک کر کے تعلق باللہ کی طرف غلو سے توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ ایمان لانے کے بعد اس کا تقاضا پورا کرنا بڑا مشکل اور ہمت وری کا کام ہے۔ جنت کی قیمت معمولی نہیں۔ حکیم صاحب کی تقریر دس بجے کے قریب ختم ہوئی جس کے بعد شوروی کی میٹنگ صلوٰۃ الجہد کی تیاری اور طعام کیلئے وقفہ ہوا۔

صلوٰۃ الجہد سے قبل مرکزی شوروی کے رکن اور کراچی کی ساتھی محمدی گل صاحب نے خطاب کیا جبکہ قطب و صلوٰۃ الجہد کی اوائلی امیر عظیم کی امامت میں ہوئی۔ صلوٰۃ الجہد کی بعد امیر عظیم نے مختصر خطاب کے ساتھ سوالات کے جواب دیئے۔ صلوٰۃ العصر کے بعد سے مغرب تک تعارفی نشست ہوئی جس میں ہر ساتھی نے کھڑے ہو کر مختصر تعارف پیش کیا۔

خوشحسی میں ہونے والا یہ ایک روزہ پروگرام کراچی کے ساتھی محمد اعظم خان صاحب کی تقریر پر اختتام پذیر ہوا جو صلوٰۃ العشاء کے بعد ہوئی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ساتھیوں کو سورۃ آل عمران کی آیت ”کُنْتُمْ خِرَاجَتِ الْخُرُوجِ لِلنَّاسِ“ کے حوالے سے قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر جتنی شہادت حق کی اہم ترین دینی ذمہ داری کا احساس دلایا اور اس سے مکلف ہمدہ پر آں ہونے کیلئے کمر بستہ کئے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اگلے روز ۲ صبح کو صبح بعد صلوٰۃ الفجر پٹھان کالونی کراچی کے ساتھی شرافت اللہ صاحب نے پشتو زبان میں درس قرآن دیا اور بعد ازاں اشراق و باشتے سے فارغ ہو کر ۸ بجے کے قریب ساتھی پھر دو قافلوں کی صورت میں شوخندہ (تحصیل ش صلیح سوات) کیلئے روانہ ہو گئے۔ بڑا قافلہ جس میں خوشحسی کے پروگرام میں شامل ہونے والے پنجاب و سرحد کے کچھ اور ساتھی بھی شامل ہو گئے تھے۔ بذریعہ بس اور پھوٹا قافلہ کراچی سے آٹوالی گاڑی کے ذریعہ جو مردانہ ڈور کٹی ٹالا کنڈہ ایجنسی بسٹ خیل اور یٹکورہ (سوات) سے ہوتے ہوئے صلوٰۃ العصر سے قبل مسجد توحید شوخندہ پہنچ گئے۔

مسجد توحید شوخندہ میں صلوٰۃ العصر ادا کرنے کے بعد ساتھیوں نے باہمی ملاقات و تعارف کے ساتھ ساتھ آرام بھی کیا۔ کراچی کے اکثر ساتھی وقفے سے قائدہ اٹھاتے ہوئے چہواں گڑھی کی مسجد توحید کی طرف چلے گئے جو شوخندہ سے تھوڑے فاصلے پر تحریک کے پرانے ساتھی رضاخان صاحب کے گھر کے ساتھ انہی کی زمین میں واقع ہے اور جہاں کبھی (۱۹۸۵ء میں) ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان کے آخری عشرے میں احکامات کیا تھا لیکن احکامات کے دوران ہی ان کو اس پاس کے مولوی صاحبان کے احتجاج پر مقامی انتظامیہ نے حالت احکامات سے انہما کر سوات بدر کر دیا تھا۔ پھر صلوٰۃ المغرب کے بعد مقامی حالات و معاملات پر غور کرنے کیلئے شوروی کی میٹنگ ہوئی کھانے اور صلوٰۃ العشاء سے فارغ ہو کر نویں شب محمدی گل صاحب نے پشتو میں تقریر کی جس کو بڑی توجہ سے سنا گیا۔ بعد ازاں امیر عظیم اور صوبہ سرحد کے امیر عمر خطاب صاحب نے اردو اور پشتو میں حاضرین کے سوالوں کے جواب دیئے۔

اگلے دن ۳ صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد امیر عظیم نے میر و استقامت کے موضوع پر درس قرآن وحدیث دیا۔ اشراق و باشتے کے

وقت کے بعد ترجیحی پروگرام شروع ہوا۔ جس میں ابتداً اصول حدیث کے بارے میں بنیادی باتیں بتائیں گئیں اور پھر بخاری کے باب "تسویۃ الصفوف" میں سے چند احادیث کا مطالعہ کرایا گیا، جس کو تفصیل مکمل کے ساتھی سلطان دوم صاحب نے جو سوات کے ایک کالج میں لکچرار ہیں، حاضرین کی سہولت کیلئے پشتو میں دہرایا۔ اس کے بعد تجوید کے بنیادی اصولوں کے بارے میں تعلیم دی گئی، جس کے اختتام پر کھوکھرا پور کراچی کے ساتھی یعقوب علی صاحب نے فقہ انکار حدیث کے موضوع پر مختصر مکرمل اور جامع تقریر کی اور شرکاء کو بتایا کہ یہ کوئی نیا نہیں بلکہ ایک پرانا فقہ ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے معتزلیوں نے عقل کی بنیاد پر حدیث کا انکار کیا جبکہ آج کے متکثرین حدیث بظاہر قرآن کی پیروی کا دامن بچھا کر "کیلتا حدیث بلکہ منصب رسالت ہی کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ احادیث کا انکار قرآنی تعلیمات پر عمل کو ناممکن بنا دیتا ہے اور اس کے بعد قرآنی آیات کی سن مانی تشریحات و تاویلات کا دروازہ کھل جاتا ہے جس کے ذریعے انسان لادینیت، سوشلزم اور کینوزم کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے متکثرین حدیث کے دلائل کے پورے پتے اور ان میں پائے جانے والے تضادات کی بھی کچھ مثالیں پیش کیں جن کو دلچسپی کے ساتھ سنا گیا۔

یعقوب علی صاحب کی تقریر کے بعد باہمی تعارف کی نشست ہوئی۔ جس میں زیادہ تر ساتھیوں نے اختصار کے ساتھ اپنا اپنا تعارف کرایا تاہم کچھ ساتھیوں نے اپنے تجربات کو قدرے تفصیل سے بھی بیان کیا۔ جن میں مٹ کے ساتھی محمد اقبال صاحب نمایاں تھے جو مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد اسی تحریک سے آشنا و منسلک ہوئے تھے اور پھر ان کو آغاز ہی میں مناظروں و مجاہدوں کی صورت میں کئی مصائب و دشواریوں سے ہتکار ہوتا چلا لیکن بفضل و توفیق الہی یہ مشکلات ان کی یکسوئی اور اس راہ میں استقامت کا باعث بنیں۔ باہمی تعارف کی اس نشست میں قریب ہی کے ایک گاؤں گڑھی کے بزرگ ساتھی سلطنت خان بھی تشریف فرما تھے جو ۱۹۸۶ء میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے آخری دورے کے موقع پر سرحد مولوی صاحبان کے اشتعال دلانے پر وہاں کے لوگوں کی طرف سے ہونے والے حملے میں سب سے زیادہ زخمی ہوئے تھے۔ تعارف کرانے والوں میں بیاکن کے نعمت اللہ صاحب بھی تھے جو پہلے مولوی تھے لیکن اللہ نے توفیق بخشی اور دین فردوسی کے مولویانہ فعل سے تائب ہو کر اس تحریک کے ساتھی بنے۔ انہی میں فیصل آباد کے محمد نذیر صاحب بھی شامل تھے جو مختلف فرقوں اور مسالک کی سیاحتی کرنے کے بعد اس دعوت سے آشنا ہوئے اور بات کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے فیصل آباد کے ناظم محمد رفیق صاحب کے ساتھ اس دورے میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔ مالک نے ایسے ہی مخلص حلاشیان حق کو راہ دکھانے کا وعدہ فرمایا ہے واللہ اعلم بالصواب اور اس کا احسان ہے کہ آج محمد نذیر صاحب اس تحریک کے مخلص اور یکسو ساتھی ہیں۔

تعارف نشست کے ساتھ ہی شوغلہ کا پروگرام اختتام کو پہنچا۔ اس کے بعد ساتھیوں نے کھانا کھایا اور پھر صلوٰۃ الظہر ادا کر کے اسی طرح دو قافلوں کی صورت میں کیتاڑی کیلئے روانہ ہوئے۔ بڑا قافلہ جس کے ذریعے شراکت اللہ صاحب کی امارات میں روانہ ہوا اور تفصیل مکمل میں دعوت الی اللہ کا پروگرام کرتے ہوئے مغرب سے قبل مسجد توحید کیتاڑی تحصیل چکودہ ضلع دیر بختیاری گیا۔ جبکہ دوسرا مختصر قافلہ امیر عظیم کے ساتھ کلاکوٹ میں مقامی ناظم کی طرف سے مسجد توحید کیلئے وقف کردہ پلاٹ کو دیکھنے کے بعد سید و شریف میں کلاکوٹ کے ساتھی بخت نوشیرواں صاحب سے ان کی المیہ کی مزاج پر سی کرتے ہوئے جو مقامی جنرل اسپتال میں زیر علاج تھے براستہ میٹکورہ مغرب کے بعد کیتاڑی پہنچا۔ جہاں مسافر ساتھیوں نے صلوٰۃ المغرب ادا کی۔ پھر کھانے اور صلوٰۃ العشاء سے فارغ ہونے کے بعد مسجد توحید کیتاڑی میں چھٹی گلی نے پشتو میں دعوتی طرز پر طویل تقریر کی جس کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنا گیا۔ بعد ازاں صوبہ سرحد کے امیر عمر خطاب نے پشتو میں سوالوں کے جواب دیے۔ کیتاڑی صوبہ سرحد کا ایک بڑا مرکز ہے۔ یہاں کی مسجد توحید سائز کے اعتبار سے صوبے کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ یہاں کے ناظم چراغ زمین صاحب ضلع دیوار سوات کے بھی ناظم ہیں۔

۳ مئی کی صبح بعد صلوٰۃ الفجر امیر عظیم نے درس حدیث دیا۔ پھر اشراق دہشتے سے فارغ ہونے کے بعد شورانی کی میٹنگ ہوئی جس کے متعلق بعد تعارفی نشست ہوئی پھر ترجیحی پروگرام شروع ہوا۔ جس میں سب سے پہلے کراچی کے یعقوب علی صاحب نے تجوید کے چند

بنیادی اصول سمجھائے اور ان کی روشنی میں سورۃ الفاتحہ اور آخری پارے کی چند سورتیں پڑھا کر ساتھیوں سے مشق کرائی۔ پھر امیر تنظیم نے مسئلہ کی کتاب اصولیہ سے منتخب احادیث کا مطالعہ کرایا۔ جس کے بعد لاہور کے ساتھی ضرار لطیف صاحب نے "اجتماعیت کے تقاضے" کے موضوع پر تقریر کی۔ جس میں انہوں نے ایمان قبول کرنے کے بعد اجتماعیت کے قیام کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا اور ساتھیوں کو احساس دلایا کہ اللہ کے دین کی ولایت اٹھانے کیلئے قائم کی گئی اس اجتماعیت کو برقرار رکھنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم کتاب و سنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔ نظم و ضبط کا لحاظ رکھیں۔ اپنے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے محبت "اخوت اور ایثار کے جذبات کو اجاگر کریں۔ محض اللہ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے سب نفسی سے اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہیں اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگیوں سے تضادات کو دور کریں۔

اس کے بعد چونکہ کیتاڑی سے نزدیک ہی شعبان نامی گاؤں سے ہو کر گڑھی عثمان خیل (درگئی) کی طرف روانگی کا پروگرام تھا۔ اس لئے ساتھیوں نے جلدی جلدی کھانا کھایا پھر کیتاڑی سے شعبان پہنچے۔ وہاں پر مسجد توحید میں صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کی۔ بعد ازاں محمدی گل صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیات **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اور **وَأَعْبُدُوا اللَّهَ الَّذِي خَلَقَكُمْ** کے حوالے سے پشتوں زبان میں مختصر تقریر کی۔ اسی دوران شعبان کے ساتھیوں نے چائے کا انتظام کر لیا تھا۔ تقریر کے بعد ساتھیوں نے ہائے بی۔ اس کے بعد ایک مقامی ساتھی کی عیادت کی جو کچھ روز سے بیمار تھے اور کیتاڑی کے پروگرام میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ شعبان کے ساتھیوں نے امیر تنظیم سے درخواست کی کہ آئندہ وہاں ایک دن کا پروگرام رکھا جائے۔

اس طرح شعبان میں مختصر قیام کے بعد ساتھی پھر دو قافلوں کی صورت میں تقریباً بیس گڑھی عثمان خیل کیلئے روانہ ہوئے اور بیس خیل ملاکنڈ اور درگئی سے ہوتے ہوئے چھ بجے کے قریب گڑھی عثمان خیل پہنچے۔ مسجد توحید گڑھی عثمان خیل میں پہنچتے ہی ساتھیوں نے وضو کیا اور صلوٰۃ العصر ادا کی۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد یہاں ہی تعارف کا پروگرام ہوا۔ بعد ازاں کھانا اور پھر صلوٰۃ العشاء کے بعد محمدی گل صاحب کی پشتوں میں تقریر ہوئی۔ تقریر کے اختتام پر عمر خطاب صاحب نے سوالوں کے جواب دیئے۔

گڑھی عثمان خیل میں وہاں کے ناظم نیا ذی اللہ صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے والے ہتھیار بند قویہ انوں میز رگوں اور دوسرے ساتھیوں نے صوبہ سرحد کی روایتی مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ ۵ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد کراچی کے ساتھی شرافت اللہ صاحب نے پشتوں میں درس قرآن دیا۔ بعد ازاں اشراق و ناشتے سے فارغ ہو کر شورینی کی میٹنگ ہوئی جس کے دوران امیر تنظیم نے مقامی ناظم کو نوجوان ساتھیوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت اور بعض دیگر امور سے متعلق ہدایت کی۔

اس کے بعد مختصر تشریفاتی پروگرام ہوا جس میں پہلے تجوید کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی گئی اور پھر کچھ ساتھیوں کو دعوت الی اللہ کی تقاریر کی مشق کرائی گئی۔ جس کے اختتام پر امیر تنظیم نے مشق تقاریر میں حصہ لینے والوں کو اس سلسلے میں ضروری ہدایات دیں اور ان کو اپنی تقاریر مزید بہتر و موثر بنانے کیلئے رہنمائی فرام کی۔

پروگرام کے آخر میں بعض سوالات کے سلسلے میں محمدی گل صاحب نے پشتوں میں تفصیلاً وضاحت کی اور پھر امیر تنظیم نے بطور اختتامی کلمات ساتھیوں کو اس دورے کے پروگرام کے سرورق پر دی گئی سورۃ آل عمران کی آیت **كُنْتُمْ حَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ** کے حوالے سے ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور انہیں اپنی زندگیوں کو قرآن و حدیث کے معیار پر استوار کرنے اور ان کے اندر سے تضاد اور دورانی کے پہلوؤں کو دور کرنے کی تلقین فرمائی۔

صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً سب سے ساتھی دو تین گاڑیوں میں سوار ہو کر خیر انوکے پیر ہمدی خلیج مروان کی طرف روانہ ہوئے اور ساڑھے چار بجے مسجد توحید خیر انوکے پہنچے۔ خیر انوکے میں صلوٰۃ العشاء تک وقفہ تھا اس وقفے اور مسجد کے ساتھ ہی بیٹے والی پانی کی نہر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ساتھیوں نے غسل کے علاوہ سفر میں میلے ہونے والے کپڑے بھی دھو لئے۔ صلوٰۃ العشاء کے بعد پروگرام کے مطابق محمدی گل صاحب کی پشتوں میں تقریر ہوئی اور پھر عمر خطاب صاحب نے سوالات کے جواب دیئے۔

اگلے دن یعنی ۳ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد کیتاڑی کے بزرگ ساتھی چراغ زمین صاحب نے پشتوں میں درس قرآن دیا۔ پھر اشراق وناشتے کے بعد باہمی تعارف کی نشست ہوئی اور آخر میں باجہ باقی کی طرف روانگی سے قبل شورائی کی میٹنگ ہوئی جس میں مقامی سطح کے مختلف امور پر غور کیا گیا اور امیر تنظیم نے یہاں کے ناظم رضا خان صاحب کو ضروری ہدایات دیں۔

نچر انوکھے سے صبح ساڑھے دس بجے روانہ ہو کر ساتھی ساڑھے بارہ بجے باجہ پنچے۔ کھانے اور صلوٰۃ الظہر سے فارغ ہونے کے بعد ساتھیوں نے آرام کیا۔ جبکہ صلوٰۃ العصر سے قبل شورائی کی میٹنگ ہوئی جس میں ضلع مردان کے ناظم عطا الرحمن صاحب باجہ کے ناظم ملک کریم صاحب اور ان کی شورائی کے دیگر ارکان نے شرکت کی۔ صلوٰۃ العصر کے بعد باہمی تعارف کی نشست ہوئی۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد امیر تنظیم نے کنتھم خیر اھت اخراجت للئیس..... الخ کے حوالے سے تقریر کی اور دعوت دین کی اجتماعی ذمہ داری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ساتھیوں کو اس سے کماحقہ عمدہ برآں ہونے کیلئے اس کا صحیح معنوں میں تقاضا پورا کرنے کی تلقین کی۔ کھانے اور صلوٰۃ العشاء کے بعد محمدی گل صاحب کی پشتوں میں تقریر ہوئی جس کے اختتام پر عمر خطاب صاحب نے سوالوں کے جواب دیے۔

۷ مئی کو صبح بعد صلوٰۃ الفجر شرافت اللہ صاحب نے پشتوں میں درس قرآن دیا۔ اسی دوران امیر تنظیم کے ہمراہ کچھ ساتھی ایبٹ آباد کیلئے روانہ ہوئے۔ جبکہ ساتھیوں کا ہوا قافلہ درس وناشتے کے بعد راولپنڈی کے امیر محمد علی صاحب کی امارت میں قوڑیہ کے قریب کراچی کے ساتھی فنی گل صاحب کے گاؤں بیکا کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں دعوت الی اللہ کا پروگرام کرتے ہوئے یہ قافلہ اسی روز شام کو راولپنڈی پہنچ گیا۔ امیر تنظیم کے ساتھ جانے والا مختصر قافلہ محمدی گل صاحب کے گاؤں گندف اور گندون میں مختصر قیام کے بعد براستہ تربیلا، حسن ابدال، دن کو ایک بجے کے قریب تحریک کے پرانے ساتھی احمد خان صاحب کے ہاں ایبٹ آباد پہنچا جہاں مقامی ناظم ابراہیم صاحب اور دیگر ساتھیوں کے علاوہ گوجر خان (راولپنڈی) کے ساتھی سجاد احمد صاحب بھی موجود تھے جو آج کل ملاؤمت کے سلسلے میں ایبٹ آباد میں ہی مقیم ہیں۔ ایبٹ آباد کے محلہ چٹا کاری کی ایک مسجد میں صلوٰۃ الظہر کے بعد امیر تنظیم کا خطاب ہوا۔ پھر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ جس کے اختتام پر مقامی ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھایا اور صلوٰۃ العصر ادا کرنے کے بعد سجاد احمد صاحب کو ساتھ لیتے ہوئے راولپنڈی کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرح ایبٹ آباد میں مختصر پروگرام کر کے یہ قافلہ رات آٹھ بجے کے قریب مسجد توحید راولپنڈی پہنچ گیا۔ جہاں سرحد کی طرف سے آنے والے ساتھیوں کے علاوہ راولپنڈی اور پنجاب کے دوسرے علاقوں سے آنے والے بہت سے ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ راولپنڈی پہنچنے پر ایبٹ آباد سے آنے والے مسافر ساتھیوں نے پہلے مغرب کی صلوٰۃ ادا کی۔ پھر مقامی ساتھیوں کے ساتھ صلوٰۃ العشاء ادا کی گئی۔ بعد ازاں طعام سے فارغ ہونے کے بعد مختلف علاقوں سے آنے والے ساتھیوں کے درمیان ملاقات باہمی تعارف اور بات چیت کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔

۸ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد تحریک کے پرانے ساتھی اور مرکزی شورائی کے رکن بد الرحمن صاحب نے درس قرآن دیا۔ پھر اشراق اور ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر شورائی کی میٹنگ ہوئی اور باقی ساتھیوں کو آرام اور صلوٰۃ الجمیعہ کی تیاری کے لئے وقفہ دیا گیا۔ جمعہ سے قبل محمدی گل صاحب نے خطاب کیا جبکہ خطبہ اور صلوٰۃ الجمیعہ کی امامت کے فرائض امیر تنظیم نے ادا کئے۔ صلوٰۃ الجمیعہ اور کھانے کے بعد راولا کوٹ (آڈاکشمیر) جانے والے ساتھی ایک بس اور کراچی سے آنے والی گاڑی کے ذریعے روانہ ہوئے جو ساڑھے نو بجے شب مسجد توحید راولا کوٹ پنچے جہاں انہوں نے صلوٰۃ العشاء ادا کی اور پھر کھانا کھانے کے بعد سو گئے۔

۹ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد امیر تنظیم نے درس قرآن و حدیث دیا۔ پھر اشراق وناشتے کے وقفے کے بعد تربیتی پروگرام ہوا جو اصول تجوید کی تدریس وقرآت القرآن اور مطالعہ حدیث پر مشتمل تھا۔ یہاں سب اسی طرح دن باہمی تعارف کی نشست ہوئی جس کے بعد طعام و صلوٰۃ الظہر کیلئے وقفہ ہوا۔ بعد صلوٰۃ الظہر تا عصر راولا کوٹ بازار میں دعوت الی اللہ کا پروگرام تھا جو بارش ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہو سکا تاہم اس دوران مسجد کے ایک حصے میں ناظم طلباء پاکستان خالد محمود بخاری صاحب اور مقامی ناظم اورنگ زیب صاحب کی نگرانی میں طالب علم ساتھیوں کی نشست ہوئی جس میں باہمی تبادلہ خیال کے علاوہ تعلیمی اداروں میں دعوت کے کام کو بڑھانے کے سلسلے میں غور کیا گیا۔

بعد صلوٰۃ العصر محمدی گل صاحب سورۃ یونس کے دوسرے رکوع کی آیات کے حوالے سے دعوئی طرز پر تقریر کی جو مغرب تک جاری رہی اور جس کو بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنا گیا۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد سورۃ الحجرات کے حوالے سے "اعل ایمان کے درمیان باہمی تعلقات" کے موضوع پر سرحد کے امیر ڈاکٹر عمر خطاب صاحب نے تقریر کی جو دراصل ترقی پزیر گرام کا حصہ تھی لیکن اس کے دوران نہیں ہو سکی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑے موثر انداز میں ایمان کی بنیاد پر قائم ہونے والی اجتماعیت کے تقاضے کے طور پر سوسائٹی کے درمیان باہمی تعلقات کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ساتھیوں کو اس سلسلے میں قرآن وحدیث کی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کی پیروی کی طرف توجہ دلائی۔ بعد ازاں امیر تنظیم نے سوالوں کے جواب دیے اور پھر صلوٰۃ العشاء اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد شورنی کی میٹنگ ہوئی۔ اگلے روز یعنی ۲۸ مئی کو صبح صلوٰۃ النجر کے بعد امیر تنظیم نے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات پر مشتمل درس قرآن دیا۔ پھر اشراق وناشتے سے فارغ ہونے کے بعد کراچی کے ساتھیوں کی اکثریت اور صوبہ سرحد ڈاولپنڈی اور پنجاب کے دوسرے علاقوں سے آنے والے ساتھی محمدی گل صاحب کی ادارت میں والہس ڈاولپنڈی روانہ ہوئے جہاں رات گزرنے کے بعد دوسرے دن مقامی ساتھیوں کے ساتھ مل کر ڈاولپنڈی شہر میں دعوت الی اللہ کا پروگرام کرتے ہوئے سب اپنے اپنے شہروں اور علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ جبکہ دوسرے چند ساتھی امیر تنظیم کے ہمراہ دوسری گاڑی پر وادالا کوٹ سے (براہ راست بلوچ وکوٹی) میرپور آزاد کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ منظر کا قلم چار بجے کے قریب میرپور پہنچا۔ جہاں مقامی ساتھیوں کے ساتھ ملاقات، مختصر قیام صلوٰۃ العصر کے بعد امیر تنظیم نے سورۃ ق کے آخری رکوع کی آیات پر مشتمل درس قرآن دیا اور پھر چند مقامی ساتھیوں کو ساتھ لے کر دھندڑ (تحصیل مہمہس) کی طرف روانہ ہوئے رات آٹھ بجے مسجد توحید دھندڑ پہنچے۔ دھندڑ پہنچنے کے بعد مقامی ساتھیوں کے ساتھ پہلے صلوٰۃ العشاء ادا کی گئی پھر کھانے کے بعد مسجد توحید دھندڑ میں ڈاکٹر عمر خطاب صاحب نے سورۃ یونس کے آخری رکوع کے حوالے سے تقریر کی۔ جس کے بعد امیر تنظیم نے سوالوں کے جواب دیے اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔

۲۸ مئی کو صبح صلوٰۃ النجر کے بعد کراچی کے ساتھی محمد اعظم صاحب نے سورۃ آل عمران کی آیت "وسلو عواہی مغلوۃ من دھکم وجندۃ عرضہا السموت والارض....." کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ پھر اشراق وناشتے کے بعد مقامی شورنی کی میٹنگ ہوئی۔ اسی دوران قریب کے ایک گاؤں (لادھیال) سے آنے والے کچھ نئے افراد سے بھی ملاقات ہوئی جو دعوتی لٹریچر کے مطالعے سے متاثر ہو کر تشریف لائے تھے۔ عمر خطاب صاحب نے تفصیل کے ساتھ ان کے سامنے بات رکھی اور مزید تحقیق کی دعوت دی۔

اس کے بعد ہتھورانی کی طرف روانگی ہوئی جو دھندڑ سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہمارا دوسرا مرکز ہے۔ دس بجے کے قریب مسجد توحید ہتھورانی پہنچے۔ جہاں پر کراچی کے ساتھی محمد افضل صاحب نے سورۃ الروم کے چوتھے رکوع کی آخری آیات کے حوالے سے تقریر کی اس کے بعد امیر تنظیم نے سوالوں کے جواب دیے۔ پھر مقامی ساتھیوں کے ساتھ دن کا کھانا کھایا اور صلوٰۃ الطہور ادا کی۔ بعد ازاں شورنی کی میٹنگ ہوئی جس کے اختتام پر دھندڑ کی طرف واپس ہوئی اور پھر مسجد توحید دھندڑ میں صلوٰۃ العصر ادا کرنے کے بعد براہ راست "کجرات" لاہور کی طرف روانگی ہوئی۔

یاد رہے کہ تحصیل مہمہس (آزاد کشمیر) میں واقع مذکور بالا مراکز کے ناظم صوبیدار (رہنما) محمد افضل بٹ صاحب ہیں۔ جو دھندڑ کی مسجد توحید کے قریب ہی رہائش پذیر ہیں۔ آج سے چند سال قبل انہی کے جواں سال فرزند شوکت بٹ مرحوم کے ذریعے دعوت یہاں پر حصارف ہوئی اور پھر جلد ہی دھندڑ اور بالخصوص ہتھورانی میں بہت سے تخلص ساتھی بنے جنہوں نے سب سے پہلے ہتھورانی میں مسجد توحید قائم کی جو یہاں کے بزرگ ساتھی احمد دین صاحب کے گھر کے بالکل قریب واقع ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد دھندڑ میں بھی مسجد توحید تعمیر ہوئی اور اب الحمد للہ دونوں مراکز میں باقاعدہ صلوٰۃ الجمعہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے حق کے حلاشی اپنے ان بندوں کو قیامت بخشی جو غلوں کے ساتھ اسکی راہ میں آگے بڑھ رہے ہیں مالک ان کو مزید صحت وقوتیں اور اپنی راہ میں استقامت سے نوازے۔ آمین!

شوکت بٹ مرحوم ایک مقامی ہائی اسکول میں سینئر ٹیچر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے شریف النفس اور متقی انسان تھے۔ وحیدؒ ہتھورانی کے اس دورے کے دو تین ماہ بعد ایک رات بجلی کا شاک لگنے سے اچانک وفات پا گئے۔ (اللہ و اللہ راجعون) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انجام کار اپنی لازوال جنتوں میں داخل فرمائے، ان کے ماں باپ اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین! مبارکے ایماندار ساتھیوں سے شوکت بٹ مرحوم اور ان کے ماں باپ اور بیوی بچوں کیلئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

وحیدؒ اور ہتھورانی اس دورے کے آخری مقامات تھے۔ یہاں سے واپسی پر امیر تنظیم کراچی کے چند ساتھیوں کے ہمراہ امی کو مغرب کے بعد مسجد توحید لاہور پہنچے۔ جہاں صلوٰۃ العشاء کے بعد محضر پروگرام ہوا۔ رات مسجد توحید لاہور میں قیام کے بعد اگلے روز صلوٰۃ الفجر ادا کرتے ہیں ڈھری (سندھ) کی طرف روانہ ہوئے جہاں ایک خصوصی پروگرام طے ہو گیا تھا۔ ڈھری کے پروگرام کے بعد امیر تنظیم نے کراچی کے ساتھیوں کو الوداع کیا اور شور و آہیں کیروالہ ضلع خاندال چلے آئے جہاں پر پنجاب شوری کی میٹنگ میں شرکت کے بعد پھر کراچی روانہ ہوئے۔

(حصہ دوم)

کل پاکستان تربیتی اجتماع برائے ناظمین

و کذلک جعلتکم امتوسطا تکنوا شهداء علی الناس و کون الرسول علیکم شہدا (البقرہ : ۱۴۳)
قرآن مجید کی درج بالا آیت اہل ایمان پر شہادت حق کی ذمہ داری کو واضح کرتی ہے۔ غالباً اسی نسبت سے اس آیت کو کل پاکستان ناظمین کے تربیتی اجتماع کے پروگرام کا عنوان بنایا گیا تاکہ شرکاء اجتماع پروگرام کی غرض و غایت اور اہمیت کو اس اہم ترین ذمہ داری کی روشنی میں محسوس کریں اور اسی احساس کے پیش نظر پروگرام سے بھرپور استفادے کی کوشش کریں۔

یہ اجتماع ۱۳ تا ۱۵ جولائی ۱۹۹۲ء مسجد توحید رفاہ عام سوسائٹی کراچی میں منعقد ہوا۔ اس سے ایک روز قبل اسی مسجد میں طلبہ کاسالانہ اجتماع زیر نگرانی خالد محمود بخاری (ناظم طلبہ پاکستان) منعقد ہوا۔ جس میں نہ صرف کراچی کے طلبہ نے بلکہ ملک کے دوسرے حصوں سے آنے والے طلبہ نمائندوں اور ناظمین کی ایک بڑی تعداد نے بھی شرکت کی۔ طلبہ کے اس پروگرام میں کراچی سے بخت زادہ صاحب اور خالد عزیز نے اور لاہور سے خزار لطیف بٹ نے بالترتیب ”ہیوم آخرت“، ”طاعات امیر“ اور ”سورہ بقرہ“ قرآن وحدیث کی مسابقت پر کے عنوانات پر مدلل اور پراثر تقاریر کیں۔ اس کے علاوہ قرآن وحدیث اور تنظیم کے لڑیچر پر مشتمل معلوماتی نوعیت کا تحریری امتحان بھی ہوا جس میں بہت سے نوجوان طلبہ نے حصہ لیا۔ اس امتحان میں نکلہ پیر (ذکیر و اللہ) کے محمد ظفر نے پہلی، سرگودھا کے ظفر اقبال نے دوسری اور کراچی کے صابر علی نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی ”تھے بچوں کی لٹکار“ کے عنوان سے تقاریر اور تلاوت قرآن پر مشتمل ایک پروگرام ہوا جس میں رفاہ عام سوسائٹی اور کیمائری کے بھولے بچوں نے حصہ لیا۔ جن میں رفاہ عام کے عظیم احسان آزاد جمال اور راشد جمال اپنی پراہم اور مدلل تقاریر کے سلسلے میں نمایاں رہے جبکہ رفاہ عام کے عادل عزیز اور کیمائری کے ایک بچے نے اچھی تلاوت کی۔ طلبہ کے اس پروگرام میں امیر تنظیم سے سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی اور آخر میں خالد محمود بخاری کے اختتامی کلمات پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ ناظم طلبہ پاکستان نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے تعلق سے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

ناظمین کے تربیتی اجتماع میں شرکت کیلئے آنے والے ساتھیوں کے قافلے ۱۵ جولائی سے ہی پانچنا شروع ہو گئے تھے۔ اس طرح ۱۳ جولائی کی رات تک ناظمین کی ایک بڑے تعداد مسجد توحید رفاہ عام سوسائٹی میں پہنچ چکی تھی۔ عنوانت کے اعتبار سے پروگرام کی تقسیم درج ذیل تھی۔

۱۔ دروس و مطالعہ قرآن وحدیث ۲۔ عملی زبان اور اصول تفسیر القرآن کی تعلیم ۳۔ موضوعاتی تقاریر ۴۔ باہمی تعارف
مسائل و جواب اور دعوت الی اللہ وغیرہ۔

اجتماع کے پہلے روز (۳۱ لائی کو) صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد مناجات کے امیر حکیم محمد رمضان نے سورہ العنکبوت کی آیت اہل بیت علیہم السلام کے حوالے سے درس قرآن دیا جس میں انہوں نے قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے واقعات کی روشنی میں اہل ایمان کو راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات اور آزمائشوں کا خلاصہ بیان کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے بلال بن رباحؓ، خباب بن الارتؓ، خالد بن ولیدؓ، مسعد بن ابی وقاصؓ اور مصعب بن عمیرؓ کا خصوصی طور پر ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ایمان لانے کے بعد کفر و شرک کے خلاف ڈٹ جانے والے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ وہ اصل ایمان لانا یا اس کا دعویٰ کرنا بہت آسان ہے لیکن اس کا قیام برقرار کرتے ہوئے اس پر قائم رہنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابیؓ کو مختصر ترین نصیحت اس طرح فرمائی۔ قل استقامتہم لکم (کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر جم جاؤ)

چنانچہ یہی صحابہ کرام جب ایمان لانے کے بعد آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزر کر کھڑے بنے تو ان کو وہ مقام اور درجہ عطا کیا گیا کہ آنے والی سطحوں کیلئے ان کو قابل تقلید مثال کے طور پر قرآن میں ذکر کیا گیا۔

لأنہم یسئلونکم بہم فقلوا (البقرة: ۱۳۷)

حکیم صاحب کے ایمان افروز درس کے بعد صلوٰۃ الاشراف اور ناشتے کے لئے وقفہ ہوا۔ پھر تقریباً ساڑھے سات بجے صبح امیر عظیم نے اپنے افتتاحی کلمات میں قرآن کی آیت و کذلک جعلکم امتاً وسطاً (البقرة: ۱۴۳) کے حوالے سے شرکاء اجتماع کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے ہوئے اجتماع کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ انہوں نے آیت مذکورہ کے پس منظر میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جو ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کی نسل سے تھے اپنے فضل سے نوازا اور ان کو اقامت دینی کے سلسلے میں ہی منصب امامت پر فائز فرمایا۔ ایک مدت تک بیت المقدس کو قلعے کی حیثیت حاصل رہی لیکن وہ اپنے آپ کو اس منصب اور ذمہ داری کا اہل ثابت نہیں کر سکے۔ چنانچہ ان کی حکیم باقر علیہ السلام اور دودھ خانہ اول کی وجہ سے بالاخر ان کو اس منصب سے معزول کر دیا گیا۔ اب ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے کی نسل کو یہ ذمہ داری سونپی گئی اور اس منصوبے کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں مبعوث فرمایا۔ یہ ذمہ داری ان پر یکدم نہیں بلکہ انہوں نے حکم کی پکار پر ایسا کہنے والوں کو ایمان لانے کے بعد آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزارنے کے بعد دینی مکتبی جس طرح ابراہیم واسحاق و اسماعیل علیہم السلام کو سخت آزمائشوں میں ڈالا گیا اور وہ ان پر پورے اترے۔ اب ان کی امت کی پیروی کرنے والوں کو اس راہ میں آنے والی مشکلات پر حیران و پریشان نہ ہونا چاہئے یہ آزمائشیں ان کے لئے فیہ متوقع نہ ہوں۔ اللہ کے ہاں سخت آزمائشوں کے بعد ہی رحمت کی بارش ہوتی ہے اب انہیں اللہ کی رحمت کا طلبگار بن کر اس کی راہ میں عزم و محنت سے آگے بڑھنا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ان القین اسواوالقین ہلجروا واجتہدوا لی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ (البقرة: ۱۹۸)

ذرا تہی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں کی معاشرتی و معاشی حالت کو تصور میں لائیے۔ وہ مشرق و مغرب کے ہلاکوں کی آرزویوں سے بے ہوئے تھے۔ ہر طرف کفر و شرک اور الجاد اور اس کی وجہ سے فتنہ و فساد پھیلا ہوا تھا۔ ایسے میں ان لوگوں کو ایمان کی دعوت سننے کے لئے چھاننا گیا۔ ان سے کہا گیا کہ ماضی و حال کا تقابل کرو گزشتہ قوموں کی روش اور ان کے انجام سے سبق حاصل کرو۔ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے اس لئے مستقبل پر نظر نہ رکھو۔ غفلت شعاری کے انداز کو رد کر کے اپنے آپ کو بحریہ و طریقہ سے استعمال کرو تاکہ تمہارا کل چاہی سے بچ سکے۔

اس نعمت سے ان کی کلیا جلی اور وہ ایمان کی طاقت سے سرفراز ہوئے۔

یہاں ان کو یہی نصیحت کی جا رہی ہے۔ مالک و امت و الا انداز اختیار کرنے کے بجائے یہ عزم اور محنت صورت حال سامنے رکھنا ہے فرمایا و لئلاک جعلکم امتاً وسطاً لئلاک علی الناس اور اس طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا۔ عدل و انصاف اور اعتدالی پر قائم ہونے والی امت بنایا تاکہ تم شہادت حق کی ذمہ داری کو پورا کرو۔ جیسا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کو اس منصب پر فائز کیا تھا۔ اس لئے

ان کی روش اختیار نہ کرنا۔

امیر عظیم نے اس قابلی جانست کو موجودہ حالت پر ملاحظہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آج بھی ویسے ہی حالات تو ہیں ہر طرف کفر و الحاد اور شرک نے جہنم کے گلازہ کھینچے ہیں بلکہ آج کی صورت حالات اس سے بھی زیادہ سنگین و شدید ہے کیونکہ اس وقت تو ہدایت موجود نہ تھی لیکن آج وہ مکمل ہدایت موجود ہے۔ اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں۔ ہم بھی اسی ہدایت کی پیروی کے و عہد اور اسی تحریک کے علمبردار ہیں۔ لہذا ہم پر بھی وہی ذمہ داری ہے جو ان پر تھی۔ یاد رکھئے! اللہ کی رحمتیں آزمائشوں کے بغیر ممکن نہیں۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ہمیں بھی صحابہ کرام کی طرح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایمان کی بنیاد پر اپنے اعمال کو سنوارنا اور میرٹ و کردار کی تعمیر کرنا ہوگی۔ خواہشات و جذبات کے سیلاب پر بند باندھ کر عباد الرحمن بننا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے ابن

مومن بندوں پر احسان فرمایا تھا کہ انکی تعلیم و تربیت کیلئے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر آیا ہے لَقَدْ سَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ لَهُمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ بَلَاغًا عَلَيْهِمْ أَنْ يَتْلُوا عَلَيْهِمُ الْكِتَابَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ لَقَدْ سَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ لَهُمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ بَلَاغًا عَلَيْهِمْ أَنْ يَتْلُوا عَلَيْهِمُ الْكِتَابَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کہ "بِقُدْرَةِ اللَّهِ" تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کے سامنے اللہ کی (کتاب کی) آیات پڑھ پڑھ کر سناتا ان کا توحید کرنا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینا ہے" (آل عمران: ۱۰۳)

آج ہم پر اللہ تعالیٰ کا بے پناہ کرم و فضل ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت سے نوازا ہے۔ ایمان کی توفیق بخشی اور ہماری تعلیم و تربیت کیلئے کتاب و سنت کی تمام تر تفصیلات موجود ہیں کہ ان سے تربیت حاصل کریں اور راہ حق کا قافلہ اس انداز سے آگے بڑھے۔ ہماری خوش محبتی ہے کہ مالک نے یہ سوچنے اور ذمہ داری کا احساس کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر بد محبتی اور محرومی اور کیا ہوگی کہ موقع ملے اور ہم تساہل پسندی سے اسکو گنوا دیں۔ ہمارا ایسے اجتماعات میں اکٹھا ہونا اسی مقصد کے تحت ہے۔ کہ تعلیم و تربیت کیلئے رہنمائی حاصل کریں اور پھر اپنے اپنے مقلات پر عمل کرنا انفرادی طور پر کوشش جاری رکھیں۔ ظاہر ہے کہ تعلیم و تربیت کیلئے یہ وقت بہت تھوڑا ہے۔ لیکن ضرورت ہمیں وسائل کی کمی اور دوسری مشکلات کی وجہ سے اس پر اکتفا کرنا ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ایسے اجتماعات سے بھرپور استفادہ کریں۔ مختصر وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں یہاں سے رہنمائی حاصل کریں اور یہ جذبہ نیکر جائیں کہ اس سلسلے کو آگے بڑھانا ہے۔ دوسروں کو نکل پہنچانا ہے۔ یہ جذبہ اگر قائم رہا تو انشاء اللہ یہ سلسلہ آگے بڑھے گا۔ مالک اپنی برکتوں سے نوازے گا اور مخالفین حق کی تیاریوں اور منصوبوں پر بھی لگاؤ رکھتے اور پھر انصاف سے سوچئے کہ ہم کسی حد تک اپنے اوقات اور صلاحیتیں اس طرف لگا رہے ہیں تو اندازہ ہو گا۔ یاد رکھئے اس راہ میں سہل انگاری سے کام نہیں چلے گا۔ دن میں بارہ گھنٹے سونے والے یہ کام نہیں کر سکتے۔ اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے "اٹھو اور لوگوں کو خیردار کرو" رات کے ایک حصے میں جاؤ اور سلوٰۃ تہجد ادا کرو "واللہ شہیدی اسرائیل" اور ادھر رات ایک گرینے کے باوجود اللہ کا شکر گزار بندہ بننے کی تمنا کا غلبہ (اللہ اکون عبداً شکورا) یہ انداز بندگی ہمارے لئے نمونہ ہے اور اسی سے ہمیں اپنی رہنمائی حاصل کرنا چاہئے۔ نفس کے اندر ضبط کا مادہ پیدا کرنا "اپنے مالک سے بندگی کا تعلق ہو ڈنا" قرآن فی کی پابندی نوافل کی طرف رغبت آپس کے تعلقات میں محبت و خیر خواہی "پابھی مشاورت و نظم کی اطاعت یہ ہمارا انداز ہو اور اس طرح ہماری انفرادیت اجتماعیت کی اس مشین کا ایک پرزہ بنے۔ ان تمام چیزوں کی تربیت کی ضرورت ہے ہماری تنقید اصلاح کیلئے ہوساھیوں کے ذاتی معاملات کے جنس اور فہم میں گلے کے بجائے خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ان سے ملکر اصلاح کی کوشش کی جائے۔ بھائیوں کے عیب اچھا لانا ہمارا کام نہیں ہونا چاہئے۔ اجتماع کے دوران مقامی ساتھی ممان ساتھیوں کی ضروریات کا خیال رکھیں اسراف سے بچیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے لئے ایثار کا جذبہ ہونا چاہئے۔ اس راہ میں بالعموم اور اس طرح کے اجتماعات میں بالخصوص مشقت برداشت کرنا اور تکلیف اٹھانا لذت کا باعث ہو اور دل میں ناگواری محسوس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق وافر عطا فرمائے۔ آمین

امیر عظیم کے افتتاحی کلمات کے بعد سورۃ الفاتحہ (البقرۃ (۱) رکوع) اور سورۃ العصر پر مشتمل اجتماعی مطالعہ قرآن کا پروگرام ہوا۔ جس میں مختلف ساتھیوں نے حصہ لیا۔ اللہ داو صاحب (سرحد) اور خالد محمود بخاری صاحب (لاہور) نے سورۃ الفاتحہ میاں اللہ صاحب (لاہور) نے

عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) اور علقمہ بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے سورۃ البقرہ اور بخت بلند صاحب (غوثی) نیاز اللہ صاحب و محمد عظیم صاحب (محمیہ خان) اور محمد عظیم صاحب (کبیر والہ) نے سورۃ العصر سے متعلق اپنا حاصل مطالعہ بیان کیا۔ جس کے بعد امیر تنظیم نے اس کا احکام فرمایا اور ساتھیوں کے حاصل مطالعہ کے سلسلے میں بعض تشبیہ و تمثیلوں اور قیوں موصوفات سے متعلق اہم نکات کی تشریح بیان کی۔ ساتھیوں کو مطالعہ قرآن کے بارے میں ضروری و عمالی کے ساتھ خصوصی توجہ دلائی اور اپنے اپنے سرانگہ میں اس طرح کے اجتماعی مطالعے کے پروگرام ترتیب دینے کی ہدایت فرمائی۔

اجتماعی مطالعہ قرآن کے اختتام پر عربی تعلیم کا پروگرام ہوا جس میں معلم کے فرائض کھوکھار گراچی کے ساتھی عبد الغفار صاحب نے ادا کئے۔ اس کے بعد ہمیں تعارف کی نشست ہوئی۔ پھر صلوٰۃ الفطریہ طہارہ اور مختصر آرام کیلئے وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد قرأت القرآن اور تجوید پر مشتمل پروگرام ہوا۔ رفقا عام گراچی کے ساتھی خالد عزیز صاحب نے شرکاء اجتماع کو تجوید کے بنیادی اصول سکھائے اور ان کے مطابق قرأت قرآن کی مشق کرائی۔ اس کے بعد لاہور کے خالد محمود بخاری صاحب نے فقہ انکار حدیث کے موضوع پر تقریر کی جس میں انہوں نے اس فقہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے بتایا کہ اس پر فقہ دور میں انکار حدیث کا فقہ بہت ہی خطرناک ہے اور دراصل انکار حدیث دشمنان دین کا وہ کارنامہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۳ سالہ زندگی کی تعلیمات صحابہ کرام کی محنت اور تابعین و تبع تابعین اور محدثین کی جملہ کاوشوں پر پانی بھیر دینے والا ہے۔ خالد محمود صاحب کی تقریر کے بعد کھوکھار گراچی اور لاہور گراچی کے یعقوب علی صاحب اور سعید احمد صاحب نے مذکورہ موضوع سے متعلق سوالات کے جواب دیئے جن سے اس فقہ کے کچھ اور گوشے بھی واضح ہوئے۔ اجتماع کے پہلے روز کا آخری پروگرام عصر تا مغرب و عورت الی اللہ کا تھا لیکن شہر میں فرقہ وارانہ کشیدگی کے باعث اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ چنانچہ اس دوران حکیم محمد رمضان صاحب نے جو حال ہی میں بیچ و عمرہ کی سعادت حاصل کر کے آئے تھے ساتھیوں کے سامنے اپنے مشاہدات و تاثرات بیان کئے جو حاضرین کی دلچسپی اور ان کی مصلحتات میں اضافے کا باعث بنے۔

حکیم صاحب نے مختصر اذہاں کے ذریعہ حالات پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ بیت اللہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مشرکین اس کے قریب بھی نہ آئیں وہاں ایک شخصوں گروہ کے افراد باطلی انٹینی یا فاطمہ انٹینی یا حسین انٹینی کی پکاریں میں بلاؤک ٹوک لگاتے ہیں اور یہ پکاریں حرم میں مطاف ہیں جن میں آتی ہیں سیدان عرفات میں ایسے بیٹریز دیکھے گئے جن میں اسی طرح کے شرکیہ الفاظ لکھے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم ہے کہ قبروں پر کوئی عمارت تعمیر نہ ہو لیکن مسجد نبوی میں غوثی علیہ السلام کی قبر پر گنبد تعمیر ہوا ہے جو لوگوں کی عقیدت کا مرکز اور امیدوں کا سارا ہے اور وہ اس طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں تو ہمیں مانگتے ہیں اور ایسے سطلے کھلے عام فروخت ہوتے ہیں جن پر اس گنبد کی تصویر نمایاں طور پر بنی ہوئی ہے۔

۱۴۴۱ھ کو بعد صلوٰۃ الفجر کبیر والہ کے ماسٹر سر فرار صاحب نے سورۃ الحشر کی آیات و ما اتاکم الرسول فخذوه پر مشتمل مفصل و موثر درس قرآن دیا اور آیت مذکورہ کے شان نزول کے تعلق سے تفصیل میں مقرر بیان کرتے ہوئے قرآن و حدیث کے دلائل سے اجاب سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو واضح کیا۔ آج بھی قرآن کے حکم کے مطابق صحابہ کرام کے انداز پر سنت رسول کو اختیار کرنے میں ہی کامیابی ہے اور یہی انداز اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا باعث ثابت ہو سکتا ہے۔ آج کی بربادی اور ذلت قرآن کی تعلیمات اور نبی علیہ السلام کی سنت سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ کے حکم کا پابند اور اس کی اطاعت کا پیکر ہونا ہے۔ اپنے ہوائے نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ اس کے اسوے کو اللہ کی بندگی کا بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی میں اختلاف پیدا کروایا گیا ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور کا ٹکڑا قرار دیکر دونوں کی ذات کو ایک کر دیا گیا ہے۔ اور یہی گمراہی کا اصل سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کی مخالفت کرنے والے اور نقل ایمان کی روش سے ہٹ کر چلنے والے کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔

وقفہ برائے اشراق و تاثیر کے بعد عربی تعلیم کا پروگرام ہوا جس میں حسب معمول عبد الغفار صاحب نے مدرس کے فرائض انجام دیئے۔ عربی تعلیم کے بعد صوبہ سرحد کے امیر عمر خطاب نے سورۃ الفرقان کی آیت قل اقللکم صبر لم جنت الخلد میں وعدہ صوفیوں کے عنوان سے تقریر کی۔ جس کے اختتام پر مطالعہ حدیث کا پروگرام ہوا جس میں امیر تنظیم نے کتاب السکوۃ کی منتخب احادیث کی تشریح بیان کی اور

موضوع سے متعلق سوالات کے جواب دیئے۔

مطالعہ حدیث کے بعد قرآن وحدیث کے بارے میں معلوماتی مقابلہ ہوا۔ اس سلسلے میں شرکا اجتماع کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ محمد اعظم صاحب سوالات کر رہے تھے اور عمر خطاب صاحب کو منصب بنایا گیا تھا جبکہ امیر عظیم جوابات کی وضاحت کیلئے موجود تھے ہر گروپ سے دس دس سوالات کئے گئے۔ دونوں طرف سے بڑے جوش و خروش جوابات دیئے گئے جس سے یہ معلوماتی مقابلہ حاضرین کیلئے خاص دلچسپی کا باعث بنا۔

صلوۃ الطہور اور کھانے کے وقفے کے بعد اصول تجوید اور قرأت قرآن کا پروگرام ہوا جبکہ صلوۃ العصر کے بعد مسجد میں ہی دعوت الی اللہ کی طرہ پر مشقی انشائیہ کرائی گئیں جن میں بہت سے ساتھیوں نے حصہ لیا اور مختصر وقت میں بڑی جامع اور دلچسپ تقاریر سننے میں آئیں صلوۃ العشاء کے بعد ناظمین کی مشاورتی میٹنگ ہوئی۔

اجتماع کے تیسرے دن کا آغاز صلوۃ الفجر کے بعد سورہ توبہ کی آیات والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض..... پر مشتمل محمدی مکتبہ صاحب کے دوسرے قرآن سے ہوا جس میں انہوں نے خصوصیت کے ساتھ مومنین کے درمیان تعلقات کو بڑے موثر انداز میں واضح کیا۔ اشراق و تاشیہ کے وقفے کے بعد صوبائی امراء نے اپنے اپنے علاقوں کی صورتحال اور دعوتی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا۔ عظیم محمد رمضان صاحب نے "عقاب" ڈاکٹر عمر خطاب صاحب نے صوبہ سرحد، عبدالغفور صاحب نے سندھ، عبدالرحمن صاحب نے بلوچستان اور محمد آزاد صاحب نے آزاد کشمیر کے حالات سے شرکاء اجتماع کو روشناس کرایا۔ دعوتی اور تربیتی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ یہ من کر خوشی ہوئی ملک کے مختلف علاقوں میں متعدد شعبے مراکز قائم ہوئے ہیں اور ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے بعد ازاں عربی تعلیم کا پروگرام ہوا۔ آزاد کشمیر کے محمد آزاد صاحب اور امیر عظیم کے مشترکہ اختتامی کلمات پر یہ سہ روزہ تربیتی اجتماع اختتام پذیر ہوا اور شرکاء اجتماع کے کچھ قافلے شام کی ریل گاڑیوں سے اپنے اپنے علاقوں کی طرف عازم سفر ہوئے جبکہ بقیہ اگلے روز صبح اور دن کے وقت جانے والی گاڑیوں سے روانہ ہوئے۔

بقیہ :- حافظوا علی الصلوٰت

برایہ کرنا صلوٰۃ کے پورا کرنے سے ہے۔" (صحیح بخاری)

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقیمو اصفو فکم فانی اریکم من وراء ظہری وکان لہدنا یلوق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ (صحیح بخاری)

ترجمہ: "انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ حضوں کو سیدھا کیا کرو۔ میں تم کو پشت سے بھی دیکھ لیتا ہوں (انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور اپنا قدم دوسرے کے قدم سے ملا دیتا تھا۔" (صحیح بخاری)

"نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب اقامت ہو جائے تو صف میں شامل ہونے کے لئے بھاگے نہیں بلکہ دنگار کیساتھ چلتا ہوا آئے۔" (بخاری، مسلم)



سلسلہ سوال و جواب

طاہر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ————— ترتیب : سعید احمد کراچی

سوال ۱ :- جماعت اسلامی بھی کیا دین کا کام کر رہی ہے؟

جواب :- ایک زمانہ تھا کہ جب ہندوستان میں مسلم لیگ کا دور دورہ تھا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ بادشاہی طرز حکومت سے نجات حاصل کرو حکومت کا طرز جمہوری ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس انداز حکومت میں ہی کامیابی ہے۔ تو اس دور میں انہوں (جماعت اسلامی والوں) نے اپنی کتابوں میں لکھا کہ ہم مسلمانوں کے لئے اگر دنیا میں کہیں بھی بادشاہت ہے تو یہ لات (بت) ہے۔ اور جمہوریت ہے تو منات (بت) ہے۔ لہذا اگر اب لات چلا جائے اور اسکی جگہ منات لے آو تو اس سے آخر دین میں کیا فرق پڑا۔ مسلم لیگ کے اس دور میں جماعت والوں کا یہ کہنا تھا اور انہوں نے بھی اپنی تحریروں میں بھی لکھا تھا کہ گھر کی گھنٹے والے یہاں پاکستان آکر جمہوریت کے چیمپئن بنے ہیں۔ اس کے بعد تو جمہوریت کی پوجا شروع ہو گئی۔ یہ منات الہ بن گیا ہے۔ ان تمام چیزوں کو جو شروع کے دور میں ان کے پیش نظر تھیں ان کو اور مارے دین کو اس منات (جمہوریت) کے لئے قربان کر ڈالا گیا۔ جو دین کے اصول تھے بدل ڈالے گئے اور اسلامی عقائد و نظریات میں شرک کی آمیزش ہوئی۔ ایمان کی دعوت کا جو انداز انہوں نے اختیار کیا تھا اس سے بھی انہوں نے انحراف کیا ہے۔ یہاں تک کہ جمہوریت کو اسلامی بنایا گیا اور پھر اسکی آبیاری کے لئے جمہور کے مشرکانہ طرز عمل کو اختیار کیا گیا۔ جیسے آستانوں پر حاضری قیروں پر چادر چڑھانا۔ غرض ہر وہ انداز اختیار کیا گیا جس سے جمہور کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔

سوال ۲ :- جماعت اسلامی سے آپ علیحدہ کیوں ہوئے؟

جواب :- امام تقاری نے زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل اپنی قوم کے مفکر و شرک سے بیزار ہو کر حق کی تلاش میں ملک شام گئے کہ شاید یہودی اور نصاریٰ میں ایمان اور اسلام مل جائے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر یہودی عالم سے ملاقات کی اور کہا کہ میں تمہارے دین میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ یہودی عالم نے جواب دیا کہ اگر تم ہمارے دین میں شامل ہوئے تو اللہ کی لعنت کا ایک حصہ تمہیں بھی ملے گا اور جہنم کی آگ سے نہ بچ سکو گے۔ زید بن عمرو بن نفیل نے جواب دیا کہ میں جہنم کی آگ سے ہی تو بچتا چاہتا ہوں۔ ملک شام اسی لئے آیا ہوں کہ نجات کا کوئی راستہ تلاش کروں۔ آپ مجھے کوئی راستہ بتائیے۔ یہودی عالم نے کہا کہ مجھے کوئی

راستہ معلوم نہیں سوائے ملت ابراہیم کے جو کہ حقیقت تھے لہذا تم اسے تلاش کرو۔ پھر زید نے ایک عیسائی عالم سے ملاقات کر کے وہی بات کہی کہ میں تمہارے دین میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ تو اس عیسائی عالم نے جواب دیا کہ ہم اپنی اس عیسائیت ہی کی وجہ سے اللہ کی لعنت کا شکار ہوئے ہیں۔ تم اس کفر و شرک میں ملوث ہو کر اللہ کی لعنت کے مستحق نہ ہو گے۔ زید نے جواب دیا کہ میں اسی سے توبہ کا ہوں۔ کہ جہنم کی آگ اور اللہ کی لعنت سے بچ سکوں۔ عیسائی عالم نے کہا کہ اگر تمہیں راہ راست کی تلاش ہے تو ملت ابراہیم کو تلاش کرو۔ یہ سننے کے بعد وہ مایوس ہو کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں انکی وفات ہو گئی۔ دنیا کی حالت دیکھنے کے بعد اس وقت میں نے جماعت اسلامی کالمزید پڑھا تھا اور اپنی اس وقت کی جو معلومات تھیں اس لحاظ سے میں نے سمجھا کہ یہ جماعت اسلامی کی دعوت وہی ہے جو بنی علیہ اسلام نے دی تھی۔ جسے صحابہ کرام نے قبول کر کے اس راستے میں اپنی جانیں لگائیں تھیں۔ لیکن اس کے بعد آگے چلنے پر معلوم ہوا کہ ہر جگہ وہی چیز ہے۔ سلطانی بھی عیاری ہے ورنہ بھی عیاری۔ اس کے بعد میرے لئے ایک ہی راستہ تھا کہ یہاں سے نکل جاؤں اور یہی بات میں نے اپنے خط میں بھی لکھی تھی کہ میں تو یہ سوچ کر اپنی کشتیاں جلا آیا تھا کہ یہاں اللہ کے دین کا کام ہو رہا ہے لیکن میں نے دیکھا کہ اس کے بجائے یہاں بھی وہی فریب کاری والا معاملہ ہو رہا ہے۔ اسی لئے میں نے بالآخر استعفیٰ دیا تو واضح طور پر بتا دیا کہ اب میں نے دیکھ لیا اور میرا دل ٹھک گیا کہ یہ صوبہ کچھ اللہ کے لئے اسکے دین کی سرفرازی کے لئے اور اسکی رضا کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اپنی سرفرازی اور اپنی دنیا کے لئے ہو رہا ہے۔ اس لئے اب میرے لئے اور کوئی راستہ نہیں الا یہ کہ میں اللہ کا فضل کہیں اور تلاش کروں۔ تب ہی استعفیٰ دیکر ماچھی کوشہ کے اجتماع کے بعد اس جماعت سے نکل گیا ہوں۔ اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مالک نے مجھے راہ دکھائی اور پھر میں اس چکر میں نہیں پڑا۔

سوال ۳۔ تصوف کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب۔ ”من عاشق الرسول الخ“ یعنی اللہ فرماتا ہے کہ جو شخص ہمارے نبی کی لائی ہوئی بات کو جھٹلاوے اس بات کو ماننے سے انکار کرے اور جھگڑا کرے تو یہ نہیں کہ کسی نے انکار کیا اور ہم نے فوراً اس کے پیروی کا حکم صادر کر دیا۔ یہ تاہو طریقہ نہیں ہے۔ یہ ہماری دنیا اسکی آزمائش کے لئے ہے۔ اگر وہ انکار کر کے چلتا چلتا ہے ہماری بات کے مقابلے میں شیطان کے راستے کو اختیار کرتا ہے تو ہم اس راستے کے لئے سمولت مہیا فرماتے ہیں اور آخر کار اس کا انجام یہ ہو گا کہ جہنم کی آگ کا وہ ایندھن بنے گا اس سے زیادہ بڑا د کرنے والی اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ تو یہ تصوف ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ پس گنہگار اللہ کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اور یہ تصوف والے کہتے ہیں کہ لا سوجو والا اللہ کہ ہر چیز جو اس دنیا میں موجود ہے اللہ ہے اللہ کی ذات کا ٹکڑا ہے۔ وہ ہم ہوں یا آپ ہوں یہ گندری ٹالیوں میں بہتا ہوا تجاست کا انبار ہو یہ بھی اللہ کی ذات کا ٹکڑا ہے۔ یہ کتاب اور ملی بھی ایک کاٹھ کے دس کروڑ حصے کرو تو ہر حصہ جو ہے اللہ کی ذات کا ٹکڑا ہے۔ یہ دین انہوں نے ایجاد کیا اور خوش ہوئے کہ اس طرح سے شریعت کو ختم کر دیا۔ جب تم اللہ کی ذات کے ٹکڑے ہو تو سور کھاؤ، شراب پیو، فحشاء کاری کی انتہا کر دو، بچاؤں کے دھوکے پر دستک ہی نہیں مانتے ٹھیک ٹھیک کر مرقم کس بات کا ہے جب تم اللہ کی ذات کے حصے ہو تو اللہ اپنی ذات کو تو جہنم کی آگ میں نہیں جلائے گا۔ یہ سارا جو دین کا معاملہ ہے اسکو انہوں نے ختم کر ڈالا ہے۔ کبھی ان تصوف والوں کے دل میں آیا تو شان کے ساتھ خدائی کا دعویٰ کیا اور کبھی شوق چڑایا تو بندگی میں لگ گئے۔ اور بندگی بھی ایسی کہ ان کے ہاں ایک صلوٰۃ العکس بھی ہے کہ کنویں میں لٹے لٹک کر نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ کیا انداز ہے۔ تو یہ تصوف ہے جس نے امت کو برباد کر ڈالا ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ تصوف سارے مسالک کی دھوکے کے اندر آ گیا ہے۔ اور اس ملک کے اندر یہ غضب ہوا کہ یہاں پہلے تصوف والوں کی خانقاہیں نہیں بنوائی تھیں بربادی کے خواہاں ہوتے وہ وہاں جاتے پابوسی کرتے، حضرت کے سامنے اپنی گردن جھکا دیتے اور قرآن وحدیث کے خلاف انکی خدائی کا دم بھرتے۔ اس طرح یہ لوگ برباد ہوتے تھے۔ لیکن اب بد قسمتی یہ ہوئی کہ یہ خانقاہیں موبائل (mobile) ہو گئی ہیں۔ متحرک دین گئی ہیں یہاں بھی راستے کلیوں میں بھی نظر آتی ہیں اور کبھی ایران جاری تھیں کبھی جاپان اور کبھی امریکہ اور انگلینڈ جاری ہیں تو یہ تصوف کی خانقاہیں ہیں جو متحرک ہو کر ساری دنیا میں پھیل گئی ہیں ان کا کیا عقیدہ ہے یہ بتا چکا ہوں ان کے ذریعہ سے اللہ کے بندوں کی بربادی کا وہ پیغام ہے کہ اللہ جسے بچائے وہی بچے گا۔

سوال ۴ :- گنبد خضراء کی تصویر جو کہ کافر اور کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی ہے اس کو اکثر لوگ گھروں میں برکت کے لئے لٹکاتے ہیں کیا اسکو توڑ دینا یا پھاڑ دینا چاہئے۔

جواب :- گنبد خضراء کی تصویر کو پھاڑ دینا چاہئے کیونکہ یہ کھلا شرک ہے اور اس کی توڑ جو گھروں اور مسجدوں میں لٹکے ہوتے ہیں وہ خالص بت پرستی ہے اور اس کے بارے میں دورائیں ممکن نہیں خود نبی علیہ السلام کی دعا ہے اللہم لا تجعل قبری وثنایہ

سوال ۵ :- مقررین حضرت حسین کو صحابی کہتے ہیں جبکہ صحیح تاریخ میں ہے کہ امام حسین صحابی نہیں تھے اس کے بارے میں وضاحت فرمائیے؟

جواب :- حسین رضی اللہ عنہ سے حدیثیں آئی ہیں۔ محدثین نے جس طرح محمود بن ربیع کو لیا ہے جو کہ چار پانچ سال کے تھے ان کے اپنے اس واقع سے کہ مجھے یاد ہے کہ اللہ کے نبی میرے گھر تشریف لائے اور ہمارے گھر کے کتوں کے ذیل سے پانی منہ میں لینے کے بعد مجھ سے انہی کے طور پر اپنے منہ سے مجھ پر پتھری ماری۔ وہ صحابی مانے جاتے ہیں اس طرح یہ حسین بھی صحابی ہیں ان سے بھی حدیثیں ہیں یہ کہنا کہ وہ صحابی نہیں ہیں صحیح نہیں ہے۔

سوال ۶ :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسند احمد احمد بن حنبل کی کتاب نہیں یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔

جواب :- بات یہ ہے کہ مسند احمد نے نہ صرف عقیدے کو خراب کیا بلکہ شیعہ کو بھی پھیلا دیا ہے۔ شیعوں کے عقائد ہی ہمیں لائے بلکہ پوری تاریخ وہابی سے ٹکڑ مسند کے ذریعہ سے پھیلائی ہے۔ صحابہ کرام پر شیعوں کے عائد کردہ الزامات و عہدے ہیں۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر جب انکی گرفت کی گئی اور واضح کیا گیا کہ دیکھو اس کتاب میں شیعوں کی منکر روایتوں کے ذریعہ زہر بھریا گیا ہے۔ اور اس کتاب میں ہر ماوی کا سامان ہے تو اب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ انکی (احمد بن حنبل) کتاب نہیں ہے۔ حالانکہ ان سے پہلے جتنے بھی مفسرین، شارح حدیث اور مسالک کے لوگ گزرے ہیں سب نے اپنی تحریروں، تفسیروں اور شروحات میں بخاری کی حدیثیں موجود ہونے کے باوجود سب سے پہلے احمد بن حنبل اور انکی مسند کا حوالہ پیش کیا ہے۔ تاریخ اور رجال کی کتابوں میں ہر جگہ احمد بن حنبل کی مسند کا ذکر ہے۔ اور یہ سلسلہ سارے گیارہ سو برس سے چلا آ رہا ہے۔ مگر اب جبکہ انکی گرفت ہوئی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ انکی کتاب نہیں ہے۔ بتاؤ وہ کون ہے جسکی یہ کتاب ہے کل یہ کہو گے کہ امام احمد بن حنبل کو لیا گئے رہے ہی نہیں ہیں۔

سوال ۷ :- کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا؟

جواب :- حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی کی زوجہ محترمہ زینبؓ ایک سفر میں تھیں۔ انکے پاس دو اونٹ تھے۔ منیہؓ بھی اللہ کے نبی کے نکاح میں آچکی تھیں۔ اب وہ بھی ام المؤمنین بن گئی تھیں۔ ان کا اونٹ احنانی تھا لہذا وہ تھا تو اللہ کے نبی نے زینبؓ سے کہا کہ ایک اونٹ آپ کے پاس فاضل ہے اسے منیہؓ کو دے دیں تو انہوں نے کہا کہ اس پر وہ کہہ کر آیا کہ وہ اونٹ جو عموماً سو گن کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی ناراض ہو گئے۔ زینبؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک عرصہ گزر گیا نبی علیہ السلام نے مجھ سے التفات نہیں کیا۔ میں سخت پریشان تھی کہ کیا کروں۔ زینبؓ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دن کا وقت اور سورج مروج تھا کہ میں نے اپنے سامنے ایک سایہ دیکھا اور سامنے کا جو انداز تھا اس سے میں نے خیال کیا کہ یہ سایہ تو اللہ کے نبی کا معلوم ہوتا ہے۔ جب میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لائے ہیں اور آپ نے میری غلطیوں کو معاف کر دیا ہے۔ یہ نبی علیہ السلام کے سامنے کاشیوت ہے۔

ہمارا طرز فکر و عمل

جہاں ان کا موقف ایمان کے معاملہ کو انہیں اہمیت حاصل ہے اور سب سے پہلے ہم اسی مسئلہ کو دنیا کے سامنے اس طرح رکھنا چاہتے ہیں کہ بات اصل مدد پر جائے اور کوئی استنباط باقی نہ رہے ہم یہ ایک اصل اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ توحید مانی ہو خیر کا سبب ہے اس سے صرف نظر کر کے کبھی بھی بعدالکمال کو معصوم نہ سمجھیں اور نہ کہ یہی وہ اصل وہ شخص و انہی ہے جو دینی کو ہم دیتی ہے اور اس کو جو عالم میں ناپید ہوتا چاہتے ہے۔ اعتقاد کی صفائی کے ساتھ ساتھ ہماری کوشش یہ ہے کہ عمل میں مستحق عملی امور و عہدہ سے بالکل وابستہ نہ رہیں اور اس کے لیے عبادات کے مشہور فقہی اختلافات تو ہم انہیں صحت و حیثیت کا مسئلہ سمجھتے ہیں جو اصل کا فرق نہیں۔ ہر ایک کے پاس اپنی علم و معارف کا کام کی زندگی موجود ہے۔ ہم ان اختلافات سے خاصہ سے اہم تر اس دنیا کی زندگی سے دور قریبی ہو غلوں کو دیکھنا اور ایمان کو لٹاق میں بدل دیا کرتی ہے ہماری دولت کا اصل بھارت مسلمان ہے دنیا تو ہر حال تاکہ لگتی آتی ہے۔

آج کی دنیا میں اگر جس راہ میں مشہور و معروف ہے اور ایمان کی پیروی کمزور و مختصر۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم اس گھٹسٹ ہوئے ایمان کو بچھا کریں۔ اس کی تدارک میں اعتقاد کے لیے دور و فانی پھر ایمانداروں کے درمیان رابطہ اور مواصلات کے ایک مرکزیت پیدا کریں اور اس مرکزیت کے ذریعہ کفر و باطل کا ہر علاقہ پر مقابلہ کریں۔ سرتوں کی بنیادی اور قسم آں و سخت کی تعلیم کے لیے ہم مسجدیں تعمیر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری خواہش اور تمنا تو یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید میں اللہ کے مخلص بندوں کے وہ مرکز قائم ہوں جو دنیا کے سامنے ترمیم و کمالی قیود پر پیش کریں۔ دولت قسم آں ہرگز تعلیم کتاب و سنت کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کو بندہ بننے کا حقوق و لائیں اب لاگ اعلیٰ اور واضح دولت کا چرچا کر کے اپنے ماحول کو مورد نظر پر مجبور کر دیں۔

اس راہ کی دشواریوں سے ہم ناواقف نہیں ہیں۔ لیکن ہمارا اقتدار اور توکل اپنے مالک پر ہے۔ اس کی قدرت کو ہم بے پایاں سمجھتے ہیں وہ چاہے تو ان حق کوششوں کے انجام کو عظیم سے عظیم ترکہ دے۔ اس کی راہ میں ناکامی کا تو گزر نہیں۔ ایک قدم کے بعد ہی موت آجائے تو کامیابی اور کوئی منزل کو پہنچنے سے تو اسی کا پرہیز ہی کیا۔

وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

کبھی کم تعداد اور قلت اسباب سے بادیور امت مسلمہ حاکمیت کے منصب پر فائز تھی۔ اسے عزت و حریت بھی حاصل تھی اور شان و شوکت بھی۔ ان سے باطل قوتوں کے ایوانِ لرزقے تھے مگر اب جبکہ اسلام کے نام لبر اور ایمان کا افروز کرنے والے دنیا کی دوسری بڑی اکثریت ہیں، نہ تو ان کی وہ شوکت قائم رہی اور نہ ہی وہ عزت و وقار ہی پائی۔ ملے ملکہ آج ان پر ہر طرف پستی و سلبیت اور ذلت و رسوائی مسلط ہے۔ ان کا خون اور ازاں اور عھتیں تاریا رہیں۔ وہیں کہہ جگہ سے ان کی آہ و بکاہی سنائی دیتی ہے۔ کشمیر، افغانستان، ہندوستان، ایران، فلسطین، بوسنیا اور صربا یہ دفرہ کی زمین ان کے پہرے رکھی جا رہی ہے۔ جہی جو اقوام عالم کے ایم بنا کے گئے اب ان کے دستِ محزون گر رہ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے اور سرفرازی کو ایمان کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ قُرَابًا وَأَنْفُسَهُمُ الْآفِلُونَ إِنَّهُمُ كَانُوا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ أَعْبَادًا لِقَدْ كَفَرُوا وَلَٰكِنْ لَا يَأْمُرُ اللَّهُ بِالظُّلْمِ إِنَّهُ كَانَ بَالِغًا مِنْ حَقِّهِ وَلَٰكِنْ لَا يَأْمُرُ اللَّهُ بِالظُّلْمِ إِنَّهُ كَانَ بَالِغًا مِنْ حَقِّهِ وَلَٰكِنْ لَا يَأْمُرُ اللَّهُ بِالظُّلْمِ إِنَّهُ كَانَ بَالِغًا مِنْ حَقِّهِ

امت کی بڑوں عالی کو بدلنے اور اصلاح احوال کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ان کو اپنی موجودہ روش کو ترک کر کے اپنے ایمان کو کفر و شرک کی آئینہ شس سے یکساں کرنا ہوگا جیسا کہ مالک کا فرمان ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُسْتَقِيمُونَ (الانعام)